882

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 11-اکتوبر 2006

1۔ تلاوت قرآن پاک و ترجمہ

2۔ سوالات (محکمہ خدمات و انتظام عمومی)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جو زیر غور لایا جائے گا)

مسودہ قانون (ترمیم) شہری ترقی پنجاب مصدرہ 2006

884

صوبائی اسمبلی پنجاب

چودھویں اسمبلی کا چھبیسواں اجلاس

بدھ، 11-اکتوبر2006

(یوم الاربعاء، 17-رمضان المبارک1427ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر5منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر چودھری محمد افضل ساہی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم o

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

هُوَ الَّذِيٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ
الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ؕ﴿۲۸﴾
مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الۡكُفَّارِ رُحَمَآءُ
بَيۡنَهُمۡ تَرٰٮهُمۡ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضۡوَانًا
سِيۡمَاهُمۡ فِىۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ ؕ ذٰ لِكَ مَثَلُهُمۡ فِى
التَّوۡرٰٮةِ ۛۖ ۚ وَمَثَلُهُمۡ فِى الۡاِنۡجِيۡلِ ۛۚ كَزَرۡعٍ اَخۡرَجَ شَطْئَهٗ
فَاٰزَرَهٗ فَاسۡتَغۡلَظَ فَاسۡتَوٰى عَلٰى سُوۡقِهٖ يُعۡجِبُ الزُّرَّاعَ
لِيَـغِيۡظَ بِهِمُ الۡكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
مِنۡهُمۡ مَّغۡفِرَةً وَّاَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۲۹﴾

سُوْرَۃُ الفَتْح آیات 28 تا 29

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے (28) محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل، (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔(کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں۔اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔(وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے۔جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے (29)

وما علینا الا البلاغ o

سوالات

(محکمہ خدمات وانتظام عمومی)

نشان زدہ سوالات اوراُن کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔آج محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کے سوالات take up کئے جائیں گے اوران کے جوابات دیئے جائیں گے۔ سیداحسان اللہ وقاص صاحب کا سوال ہے۔

سیداحسان اللہ وقاص: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!سوال نمبر2572۔اس کا جواب پڑھا ہواتصور کیاجائے۔

جناب سپیکر: جی،اس سوال کا جواب پڑھاہواتصور کیاجاتاہے۔

2001-02میں پی۔سی۔ایس کے امتحانات کے انعقاد کی تفصیل

*2572: سیداحسان اللہ وقاص: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی سی ایس کے آخری امتحانات پنجاب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے کب ہوئے تھے؟

(ب) کیا2001اور2002میں محکمہ کی طرف سے ارسال کی گئیrequisitionکے باعث امتحانات منعقد ہوئے تھے؟

(ج) اگر جز(ب)کا جواب نہ میں ہے تو پنجاب پبلک سروس کمیشن کو اسامیاں نہ بھیجنے کی وجوہات کیاہیں، تفصیلات بیان کی جائیں؟

وزیرخوراک :

(الف) پی سی ایس کے آخری امتحانات دسمبر2000میں منعقد ہوئے تھے۔

(ب) 2001اور2002میں پی سی ایس کی کوئی بھیrequisitionمتعلقہ محکمہ کی طرف سے موصول نہ ہوئی تھی۔

(ج) 2001اور2002میںPMSکے سروس رولز تشکیل دیئے جارہے تھے جس کی وجہ سے پی سی ایس کی کوئی بھی requisitionمتعلقہ محکمہ کی طرف سے ارسال نہ کی گئی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا PMS کے سروس رولز تشکیل دے دیئے گئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک صاحب!

وزیر خوراک: جی ہاں! اب رولز تشکیل دے دیئے گئے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے، جیسا کہ شاہ صاحب نے اپنے سوال میں پوچھا ہے کیا اب یہاں پر recruitments کی ضرورت نہیں ہے؟ آیا پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی کی جاتی ہے یا اب direct کرتے ہیں۔ پبلک سروس کمیشن کی جو رپورٹ آئی ہے اس میں ان کی main observation یہ ہے کہ ڈاکٹرز کو through پبلک سروس کمیشن recruitment کرنا ہوتا ہے لیکن اب وہ نہیں کئے جا رہے۔ کیا ان کی observation ٹھیک ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست کی اطلاع مناسب نہیں ہے، ادب کے طور پر غلط تو نہیں کہتا۔ ہماری حکومت نے نہ صرف وہ پوسٹیں جو کہ پبلک سروس کمیشن کے purview میں آتی تھیں بلکہ ان کے علاوہ low grade گیارہ، پندرہ اور چودہ کی جو پوسٹیں ہیں، جن کے محکمے بڑے اہم ہیں، مثال کے طور پر محکمہ ایکسائز ہے وہ بھی ہم پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پُر کر رہے ہیں۔ میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ایکسائز ڈیپارٹمنٹ کی بھرتیاں بھی پبلک سروس کمیشن کے ذریعے کر رہے ہیں۔ ہم نے پبلک سروس کمیشن کے ذریعے 35/40 افسر بھرتی کئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! وزیر موصوف کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ پڑھیں۔

جناب سپیکر: ابھی جواب آ گیا ہے اور منسٹر صاحب on the floor of the House فرما رہے ہیں۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! آپ ان کے پیرے پڑھ لیں ان کی observation موجود ہے۔

جناب سپیکر: بعد میں دیکھ لیں گے۔ اگلا سوال سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 2629 ہے۔ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

2001 میں PPSC کو بھیجی گئی اسامیوں کی تفصیل

*2629: سید احسان اللہ وقاص: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے 2001 میں Combined Competitive Examination کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو requisition ارسال کی تھی، اگر جواب اثبات میں ہے تو گریڈ 16 اور 17 کی کتنی پوسٹوں کے لئے requisition بھیجی گئی اگر requisition نہ بھیجی گئی تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) کیا حکومت نے گریڈ 16 اور 17 کی اسامیاں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پر کرنے کی پالیسی ختم کر دی ہے اگر ہاں تو کب سے اور کن وجوہات کی بناء پر، تفصیلات بتائی جائیں؟

وزیر خوراک:

(الف) حکومت نے 2001 میں Combined Competitive Examination کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن کو requisition ارسال نہیں کی تھی کیونکہ 2001 اور 2002 کے دوران PMS کے سروس رولز تشکیل دیئے جا رہے تھے۔

(ب) حکومت نے گریڈ 16 اور 17 کی اسامیاں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پر کرنے کی پالیسی ختم نہیں کی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! جز (ب) کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ گریڈ 16 اور 17 کی اسامیاں پبلک سروس کمیشن کے ذریعے پر کرنے کی پالیسی ختم نہیں کی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا یہ درست ہے کہ مختلف departments گریڈ 16 اور 17 کی پوسٹیں کنٹریکٹ پر fill کرتے ہیں اور انھیں پبلک سروس کمیشن میں نہیں جانا پڑتا۔ کیا یہ پالیسی صوبائی سطح پر بنائی گئی ہے اور اس پالیسی کے مضمرات کے نتیجے میں لوگوں کو اپنی ملازمت کا کوئی تحفظ نہیں ہوتا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میں یہ ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر موصوف بتائیں کہ کنٹریکٹ پر جو بھرتی کی جا رہی ہے کیا وہ پبلک سروس کمیشن کو نظر انداز کرنے کے لئے کی جا رہی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست درست نہیں فرما رہے۔ ایسی کوئی صورتحال نہیں ہے۔ کنٹریکٹ پوسٹیں ساری دنیا کے اندر ہیں۔ محکمہ تعلیم اور دوسرے محکمہ جات میں کنٹریکٹ پر آفیسرز رکھے جاتے ہیں اور بڑے higher grade پر رکھے جاتے ہیں۔ وہ ضرورت کے مطابق ہوتا ہے۔ بعض اوقات ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو بہت جلدی افسر کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تعلیمی حرج نہ ہو اس لئے کنٹریکٹ پر محکمہ تعلیم اور باقی محکمہ جات میں بھی رکھے جا رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ پبلک سروس کمیشن کا اختیار کم کر دیا ہے۔ گریڈ 16/17 کی تمام permanent posts پبلک سروس کمیشن کے ذریعے ہی fill کی جا رہی ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! اصل صورتحال یہ ہے کہ محکمہ تعلیم کی ساری پوسٹیں پبلک سروس کمیشن کو نظر انداز کر کے براہ راست بھرتی کی کمیٹیوں کے ذریعے پر کی جا رہی ہیں۔ اگر تمام اہم پوسٹیں آہستہ آہستہ پبلک سروس کمیشن سے نکال لی جائیں گی۔ تو پھر اس ادارے کا کوئی جواز باقی نہیں رہ جائے گا اس لئے میری درخواست ہے کہ حکومت اس بارے میں اپنی پالیسی بتائے کہ انھوں نے اہم پوسٹوں پر کنٹریکٹ کی پالیسی کس بنیاد پر قائم کی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں نے بڑی وضاحت کے ساتھ جواب دیا ہے کہ کنٹریکٹ پالیسی مختلف ہے اور permanent posts مختلف ہوتی ہیں۔ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ ہماری حکومت بڑی واضح پالیسی رکھتی ہے کہ پبلک سروس کمیشن کے دائرہ کار کو وسیع کیا جائے۔ ہم نے تو اہم محکموں کی گریڈ گیارہ، چودہ اور پندرہ کی پوسٹیں بھی پبلک سروس کمیشن کو بھجوا دی ہیں تاکہ وہ میرٹ پر بھرتی کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال نمبر 4154 ملک محمد اقبال چنڑ صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے لہذا سوال dispose of ہوا۔ اگلا سوال جناب ارشد محمود بگو کا ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 4378 ہے۔ استدعا ہے کہ اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

سیالکوٹ۔ 2002 تا 2004 جاری کردہ جہیز فنڈز کی تفصیلات

*4378: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

ضلع سیالکوٹ میں بہبود فنڈ سے سرکاری ملازمین کے جہیز فنڈ کے لئے DCO کو کتنی درخواستیں وصول ہوئیں درخواست دہندہ کے نام مع عہدہ، گریڈ اور محکمہ کی تفصیل فراہم کی جائے درخواست دہندہ کو کتنی مالیت کے چیک جاری کئے گئے ان کی 2002 تا 2004 کی تفصیل بیان فرمائیں؟

وزیر خوراک:

ضلع سیالکوٹ میں بہبود فنڈ بورڈ سے سرکاری ملازمین کے جہیز فنڈ کے لئے ڈی سی او کو دوران سال 2002 تا 31-دسمبر 2004 میں کل 999 درخواستیں وصول ہوئی جن میں 32 درخواستیں داخل دفتر ہوئیں اور 152 درخواستیں زیر غور ہیں۔ اس طرح 815 درخواستوں کے چیک مبلغ -/6882500 روپے مالیت کے جاری ہوئے اور زیر غور درخواستوں کے چیک مبلغ -/1218000 روپے کے ابھی جاری ہونے ہیں۔ مزید برآں فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے درخواست ہائے التواء میں ہیں جہاں تک زیر التواء کیسوں کا تعلق ہے۔ ان کی ادائیگی کے لئے صوبائی بہبود فنڈ بورڈ ضلعی بہبود فنڈ بورڈ سیالکوٹ کو بجٹ ارسال کر چکا ہے۔

سال	رقم
2003	2,12,42,778.00
2004	1,49,99,025.00
2005	1,73,58,600.00
2006	2,75,43,613.00
کل رقم	8,11,44,016.00

زیر غور درخواست ہائے کا فیصلہ ضلعی بنوولینٹ فنڈ بورڈ کی میٹنگ میں کیا جائے گا۔

سیالکوٹ یکم جنوری 2002 تا 31۔دسمبر 2004 بنوولینٹ فنڈ

سے جاری کردہ جہیز فنڈ کی تفصیلات

سال	کل درخواستیں وصول شدہ	داخل دفتر	کل جاری شدہ چیک	بقایا درخواستیں زیر غور
یکم جنوری 2002 تا 31 دسمبر 2002	307	10	297	-
یکم جنوری 2003 تا 31 دسمبر 2003	278	12	266	-
یکم جنوری 2004 تا 31 مارچ 2004	414	10	252	152
کل درخواستیں	999	32	815	152

کل مالیت (جاری شدہ چیک) 6,882,500/-

کل مالیت (زیر غور درخواستیں) 1,218,000/-

نوٹ: فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے درخواست ہائے التواء میں ہیں۔ زیر غور درخواست ہائے کا فیصلہ آئندہ ڈسٹرکٹ بنوولینٹ فنڈ بورڈ کی میٹنگ میں کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال ہے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! انھوں نے اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ 152 درخواستیں زیر غور تھیں۔ کیا اب ان درخواستوں پر عملدرآمد ہو چکا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! فاضل دوست نے بڑا relevant سوال پوچھا ہے۔ اگر انھوں نے جواب پڑھا ہوتا تو ہم نے سال 2003,2004,2005 اور 2006 میں اسی مقصد کے لئے ضلع سیالکوٹ کو رقوم بھیجی ہیں۔ وہ بنوولینٹ فنڈ بورڈ کی میٹنگ میں ان کا فیصلہ کرتے ہیں لیکن ان کو یہاں سے رقوم بھیج دی گئی ہیں۔ اگر فاضل دوست چاہیں تو میں پوری تفصیل بتا دیتا ہوں چونکہ فنڈز کا معاملہ ہوتا ہے اگر فنڈز نہ پہنچیں تو پھر وہ stuck ہو جاتے ہیں۔ ہم نے یہاں سے فنڈز بھجوا دیئے ہیں اور وہ ساری درخواستیں نمٹا دی گئی ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میرا سوال بڑا particular تھا کہ آپ نے ملازمین کے بہبود فنڈ سے کتنے لوگوں کو جہیز فنڈ دیا ہے۔ انھوں نے اپنے جواب میں لکھا ہے کہ 999 درخواستیں وصول ہوئیں۔ 32 درخواستیں داخل دفتر ہوئیں اور 152 درخواستیں اس وقت زیر غور ہیں۔ ان کے پاس تو جواب ہونا چاہئے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے فنڈز بھیج دیئے ہیں۔ میں نے یہ ضمنی سوال کیا تھا کہ جو 152 درخواستیں pending تھیں کیا انھوں نے ان لوگوں کو جہیز فنڈ دے دیا ہے؟

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو فنڈز بھیجے گئے ہیں pending درخواستیں بھی اسی فنڈ سے consider ہوں گی۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ان کو تو fresh جواب دینا چاہئے تھا۔ میں اپنے پاس سے بیان نہیں کر رہا بلکہ انھوں نے اپنے جواب میں کہا ہے کہ 152 درخواستیں pending پڑی ہوئی ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ انھوں نے جو فنڈز بھیجے ہیں ان کی تفصیل بھی ان کو بتائی گئی تھی تو جو pending درخواستیں تھیں ان کا کیا بنا ہے؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب! جو درخواستیں pending تھیں ان کا کیا بنا ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! شاید میرے دوست سمجھے نہیں ہیں۔ سال وار پوری تفصیل کے ساتھ جواب دیا گیا ہے۔ 2002 تا 31۔دسمبر 2004 میں کل 999 درخواستیں وصول ہوئیں جن میں سے 32 درخواستیں eligible نہیں تھیں اس لئے وہ داخل دفتر ہو گئیں۔ 152 درخواستیں زیر غور ہیں اور 815 درخواستوں کے اوپر چیک جاری ہونے پر ان کی payment کر دی گئی ہے اور باقاعدہ ان کی amount بھی لکھی گئی ہے۔ جو بقایا 152 درخواستیں ہیں ان کے لئے فنڈز بھجوا دیئے گئے ہیں۔ ضلع میں بنوولینٹ فنڈ بورڈ کی میٹنگ ہوتی ہے اس میں جو درخواستیں مکمل ہوتی ہیں ان کے کوائف پورے ہوتے ہیں اور وہ eligible ہوتی ہیں انھیں فوری طور پر فنڈ دے دیتے ہیں۔ ان کو فنڈز کا problem ہوتا ہے جو کہ ہم نے انھیں provide کر دیئے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ حاجی، محمد اعجاز صاحب!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا تمام درخواست گزاروں کو ایک طرح سے ہی فنڈز مہیا کئے جاتے ہیں یا محکمے کی صوابدید ہوتی ہے کہ جتنا چاہیں دیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! فاضل دوست ذرا سوال دہرا دیں۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا تمام درخواست گزاروں کو ایک جیسا فنڈ مہیا کیا جاتا ہے یا یہ محکمے کی صوابدید ہے کہ جس کو جتنا چاہیں دے دیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ demand based ہوتا ہے۔ جتنی درخواستیں آتی ہیں اور جس طرح ڈیمانڈ ہوتی ہے اسی طرح دیتے ہیں۔ بنوولینٹ فنڈ تو ہوتا ہی ان کا ہے۔ ان کی تنخواہ سے کٹوتی ہوتی ہے اور ہم وہی ان کو payment کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ان کا مقصد ہے کہ درخواست دہندگان کو جو فنڈز دے جاتے ہیں کیا وہ equal سطح پر دیئے جاتے ہیں یا کمیٹی کی مرضی ہے کہ کسی کو زیادہ دے دیئے اور کسی کو کم؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ان کے گریڈ کے مطابق ہوتا ہے۔

حاجی محمد اعجاز : جناب سپیکر! میرا بڑا اچھا سوال ہے اور منسٹر صاحب نے اس کا جواب بھی دیا ہے لیکن بچی کی شادی تو بچی کی شادی ہے۔ میری بیٹی کی شادی ہے، آپ کی بیٹی کی شادی ہے یا کسی بھی معزز رکن کی بیٹی کی شادی ہے تو وہ بیٹی ہے اس کا گریڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا محکمہ کوئی ایسا انتظام کرنا چاہتا ہے کہ تمام کو ایک جیسے فنڈز دیئے جائیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! شاید میں اپنے فاضل دوست کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکا۔ ایک آدمی جس کی تنخواہ 32 ہزار روپے ہے اس حساب سے اس کی دو فیصد کٹوتی ہوگی اور رقوم اس حساب سے ہوں گی۔ ایک آدمی کی تنخواہ 10 ہزار روپیہ ہے تو اس حساب سے اس کی دو فیصد کٹوتی ہوگی تو ان کا فنڈ بھی اسی حساب سے ہوتا ہے اور ہم اسی حساب سے دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ جی، شکریہ

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! جب کسی ملازم کی بچی کی شادی ہوتی ہے تو وہ درخواست دے دیتا ہے۔ انھوں نے یہ طریق کار وضع کیا ہے کہ شادی کے بعد نکاح نامہ ساتھ لف کریں۔ اس کے بعد یہ فنڈز release کرتے ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر کسی کی بچی کی شادی ہے تو اس سے بیان حلفی لے کر کہ اس کی بچی کی شادی ہے۔ اسے یہ شادی سے پہلے فنڈز دینے کے لئے تیار ہیں؟ ضرورت تو شادی سے پہلے ہوتی ہے۔ شادی کے بعد تو بچی کو یا والدین کو ضرورت نہیں ہوتی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چودھری صاحب! کیا حکومت اس کا طریق کار تبدیل کرنا چاہتی ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! گزارش ہے کہ یہ نہ صرف اس محکمے میں بلکہ محکمہ زکوٰۃ اور بیت المال میں بھی یہی طریق کار ہے کہ شادی کا فنڈ نکاح نامہ لے کر دیتے ہیں۔ البتہ ان کی تجویز بڑی قابل عمل ہو سکتی ہے۔ میں اس پر محکمے کو غور کرنے کے لئے ضرور recommend کروں گا اور وہ انشاء اللہ کریں گے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ رانا ثناء اللہ خان صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں تھوڑی سی confusion ہے کہ جس عرصے سے متعلق یہ سوال پوچھا گیا ہے۔ اس کا جواب لکھا گیا ہے کہ اس عرصے میں سیالکوٹ کو تقریباً 3 کروڑ 75 لاکھ روپے بنتا ہے لیکن بہبود فنڈ اور جہیز فنڈ کی ٹوٹل disbursement ایک کروڑ 48 لاکھ بنتی تو کیا جو بقیہ 50 فیصد رقم ان کے پاس جمع ہے یا وہ disburse نہیں کی گئی اس کی کیا صورتحال ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! رانا صاحب کس سال کے بارے میں پوچھ رہے ہیں؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں نے یہ گزارش کی ہے کہ جس عرصے کے متعلق سوال پوچھا گیا ہے وہ 2003 اور 2004 کے متعلق ہے۔ جناب صفحہ 3 پر 2003 اور 2004 کے متعلق جو رقم آپ نے ضلعی بہبود فنڈ سیالکوٹ کو ارسال کی ہے وہ 3 کروڑ 61 لاکھ روپے بنتی ہے جو disbursement کی ہے وہ 48 لاکھ روپے ایک کی ہے، 12 لاکھ روپے ایک کی ہے اور اسی طرح پھر آپ نے جہیز فنڈز میں 68 لاکھ روپے کی ہے یہ ٹوٹل رقم ایک کروڑ 45 لاکھ روپے بنتی ہے جبکہ جو آپ نے فنڈز ارسال کئے ہیں وہ 3 کروڑ 61 لاکھ روپے بنتے ہیں۔

وزیر خوراک: جناب والا! جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ فنڈز demand basis پر دیئے جاتے ہیں۔ان میں سے کچھ درخواستیں نامکمل ہوتی ہیں یہ ان کی ذمہ داری ہوتی ہے وہیں پر وہ مکمل کرتے ہیں ان کا فیصلہ کرتے ہیں اور وہی پھر disburse کرتے ہیں۔اس کا طریق کار یہ ہے ہم صرف ان کی ڈیمانڈ پر رقم بھیج دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! یہ بڑی اہمیت کا حامل معاملہ ہے کہ جب یہ ساڑھے تین کروڑ روپیہ بھیجا گیا کہ ان غریب لوگوں میں یا ان حقدار لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے۔تو کیا اگر درخواستیں کم تھیں تو اس سے کیا ان کی زیادہ مدد نہیں ہو سکتی تھی۔بورڈ نے ڈیڑھ دو کروڑ روپے اپنے پاس جمع کر کے کیوں رکھا ہوا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر خوراک: جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کو شاید سمجھا نہیں سکا اور انہوں نے پورے سوال کو پڑھا نہیں ہے۔اس میں لکھا ہوا ہے کہ 152 درخواستیں ابھی تک pending ہیں۔چونکہ جتنے لوگوں کی درخواستیں clear ہوتی ہیں ان کو ادائیگی ہو جاتی ہے اور جو pending cases ہوتے ہیں ان کے بعد میں بھی فیصلے ہوتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: وہ پھر اسی پیسے میں سے entertain کرتے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا یہ جو بنوولینٹ فنڈ کے 68 لاکھ 82 ہزار 5 سو روپے انہوں نے ادا کر دیئے ہیں اور زیر غور درخواستوں کے مبلغ 12 لاکھ 18 ہزار روپے زیر غور ہیں۔اسی طرح سے جو بنوولینٹ فنڈ ہے اس کے 88 لاکھ 82 ہزار 5 سو روپے جاری شدہ چیک ہیں اور اسی طرح سے نیچے بھی یہ رقم لکھی ہوئی ہے جو 12 لاکھ 18 ہزار روپے ہے اور یہ زیر غور درخواستیں ہیں۔ٹوٹل رقم جو انہوں نے اب تک لوگوں کو دی ہے اور جو زیر غور ہے۔یہ ٹوٹل رقم ایک کروڑ 48 لاکھ روپے بنتی ہے جبکہ صوبائی حکومت سے یا صوبائی خزانہ سے انہیں 3 کروڑ 61 لاکھ روپے لوگوں کو تقسیم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا! انہوں نے جواب کا اگلا حصہ نہیں پڑھا۔رانا صاحب ماشاء اللہ بڑے تیز بندے ہیں اپنے مطلب کا پڑھتے ہیں دوسرا نہیں پڑھتے۔آگے یہ لکھا ہوا ہے کہ مزید برآں فنڈز نہ

ہونے کی وجہ سے درخواست ہائے التواء میں ہیں جہاں تک زیر التواء کیسوں کا تعلق ہے ان کی ادائیگی کے لئے صوبائی بہبود فنڈ بورڈ سیالکوٹ کو بجٹ ارسال کر چکا ہے۔ یہ جو pending cases تھے میں نے ان کے بارے میں عرض کی ہے کہ رقوم بھیجی گئی ہیں وہ جوں ہی اس کا فیصلہ کریں گے ادائیگی کر دیں گے۔ سادہ سی بات ہے اس میں کوئی جھگڑے والی بات نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ میں نے تو وہ حصہ بھی پڑھا ہوا تھا جو چودھری صاحب نے اب پڑھا ہے لیکن ان کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ یہ حصہ پڑھ کر خود اپنے جواب میں ہی پھنس جائیں گے۔ آخر میں جو نوٹ لکھا ہوا ہے وہ بھی یہ پڑھ لیں۔ فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے درخواست ہائے التواء میں ہیں۔ زیر التواء کیسوں کا فیصلہ آئندہ ڈسٹرکٹ بنوولینٹ فنڈ بورڈ کی میٹنگ میں کیا جائے گا۔ ایک طرف تو آپ کے پاس ڈیڑھ کروڑ روپیہ پڑا ہوا ہے۔ دوسری طرف آپ کہہ رہے ہیں کہ درخواستیں التواء میں ہیں۔ یہ جو ایک کروڑ 48 لاکھ روپے ہے یہ دونوں کا ٹوٹل ہے۔ جو آپ نے چیک جاری کئے ہیں اور جو زیر غور ہیں۔۔۔

وزیر خوراک: رانا صاحب میں آپ کو یہ وضاحت کر رہا ہوں latest position یہ ہے کہ اس وقت فنڈز کی کمی نہیں ہے فنڈز ان کو بھجوا دیئے گئے ہیں اب انہوں نے فیصلہ کر کے ان کو disburse کرنا ہے۔ اتنی سی بات ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ان کا سوال یہ ہے کہ ٹوٹل جو پیسا ہے وہ تقریباً 3 کروڑ 61 لاکھ روپے بنتا ہے۔ جو رقم تقسیم کی گئی ہے وہ 68 لاکھ روپے ہے، 82 ہزار پانچ سو روپے ایک بنتا ہے اور 12 لاکھ 18 ہزار روپے ایک بنتا ہے۔ یہ جو 12 لاکھ 18 ہزار روپے ہے یہ زیر غور درخواستوں کے لئے لکھا ہوا ہے۔ اس طرح ٹوٹل کوئی 81 لاکھ روپے کے قریب بنتا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ باقی ماندہ رقم ضلع کے پاس ہے یا کہاں ہے؟

وزیر خوراک: جناب والا! اس سوال میں صرف ایک مد کی بات کی گئی ہے۔ ضلعوں کو یہ رقوم دوسری مدات میں بھی بھیجی جاتی ہیں تاکہ بہبود فنڈ کا صحیح استعمال ہو سکے۔ ان کو سارے کے سارے فنڈز ڈیمانڈ کی بنیاد پر دے دیئے جاتے ہیں۔ جہیز فنڈ کی ایک مد ہے جس کے متعلق یہ ساری رقم رکھی گئی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! چودھری صاحب اس معاملے پر بھی تھوڑا سا غور کر لیں کہ ہم بات کر رہے ہیں 2003-04 کی۔ 2006 کی بات ہم نہیں کر رہے۔ جب 2003-04 میں تین کروڑ 61 لاکھ روپے بھیجا گیا اور اس کے بعد انہوں نے break up دیا ہے کہ انہوں نے یہ تقسیم کیا اب باقی پیسوں کے متعلق تین سال کے بعد تو ان کو پتا ہونا چاہئے کہ وہ پیسے کہاں گئے ہیں۔ اس سوال میں ساری تفصیل پوچھی گئی ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا! رقم کے کہیں جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: پیسے تو ضلع کے ہیڈ میں ہوں گے۔

وزیر خوراک: جناب والا! اس کا پورا ریکارڈ ہوتا ہے جو ہمارے پاس بھی ہے اور ان کے پاس بھی ہے۔ کہیں جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: درست ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! جب یہ بتایا ہے کہ 2003-04 میں 61 لاکھ 77 ہزار 8 سو روپے انہوں نے بھیجے ہیں اور بعد میں انہوں نے disbursement کا بتایا ہے کہ اتنی درخواستیں آئی ہیں، اتنی reject ہوئی ہیں، اتنی پر ادائیگی ہو گئی ہے اور اتنی زیر غور ہیں یا تو یہ بتا دیں کہ باقی پیسے فلاں ہیڈ میں ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ یہ پیسے جو ہیں گورنمنٹ بعض اوقات دوسری مدات میں خرچ کر دیتی ہے۔ Administrative point of view سے کوئی ضرورت ہوتی ہے یا کوئی urgency ہوتی ہے وہاں پر خرچ کر لیتی ہے۔ اس کا جو break up ہے وہ بھی ہاؤس میں آنا چاہئے۔

وزیر خوراک: جناب والا! ایسی بات بھی نہیں ہے۔ یہ جو بنوولینٹ فنڈ کے پیسے ہیں سرکاری ملازموں کو جو مراعات دی جاتی ہیں اس کے علاوہ کسی مد میں خرچ نہیں ہو سکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ حکومت یہ پیسا سڑکوں یا سکولوں پر لگا دے، پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ آئندہ ہو گا۔ یہ رقم سرکاری ملازموں کی امانت ہوتی ہے اور رولز کے مطابق ان کو دے دی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: فرض کریں پیسے ان کو زیادہ بھیج دیئے گئے ہیں استعمال کم ہوئے تو باقی ماندہ پیسے اسی ضلع کے ہیڈ میں رہتے ہیں یا واپس گورنمنٹ کے پاس آ جاتے ہیں؟

وزیر خوراک: جناب والا! سرکاری ملازمین کی جو دوسری مدات ہیں ان میں دیئے جاتے ہیں۔ یہ سرکاری ملازمین کے لئے مراعات ہیں ان کو ہی دی جاتی ہیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ یہ سوال تو تین سال پرانا ہے اس کا جواب اب یہ دے رہے ہیں۔ یہ آپ دیکھ لیں کہ تاریخ وصولی جواب 06-10-01 ہے۔ یعنی یہ جواب جو answer sheet میں ہے یہ latest ہے۔ یہ 06-10-06 کو ان کو موصول ہوا ہے اور اس میں بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ 12 لاکھ 18 ہزار روپے زیر غور درخواستوں کے لئے pending پڑا ہے۔ صرف 68 لاکھ روپے انہوں نے دیا ہے۔ یہ دونوں ملا کر بھی 80 لاکھ روپے بنتا ہے۔ یہ کم از کم تین سال کے بعد تو یہ بتائیں 04-2003 کا جو بقیہ فنڈ ہے وہ کہاں پر گیا ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! رانا صاحب پتا نہیں کہاں الجھ گئے ہیں مجھے سمجھ نہیں آ رہی۔ ایک بندہ اگر فوت ہو جاتا ہے تجہیز و تکفین کے لئے بھی سرکاری ملازمین کو پیسے دیئے جاتے ہیں اور بہت ساری ان کی مدات ہیں جو بنوولینٹ فنڈ کے اندر آتی ہیں اس میں ان کو دیئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب جہیز فنڈز کے علاوہ تعلیمی وظائف بھی ہوتے ہیں اس کے علاوہ بیوگان کے لئے بھی میرے خیال میں فنڈز ہوتے ہیں۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! یہ تو اب ایک کہانی بنا رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ہمارے ضلع میں بھی یہ فنڈز ہوتے ہیں۔

وزیر خوراک: جناب والا! یہ سرکاری ملازمین کا بہبود فنڈ ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب کو بھی پتا ہے کہ اس میں وظائف بھی ہوتے ہیں بیوگان کے لئے بھی رقم ہوتی ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جس ہیڈ میں یہ پیسے بھیجے گئے ہیں اس کے متعلق بتائیں اب یہ فرما رہے ہیں تجہیز و تکفین کے لئے بھی ہوتے ہیں۔ اب ان سے یہ پوچھیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے سوال تو جہیز فنڈ کے بارے میں پوچھا ہے۔ جی، وزیر خوراک!

رانا ثناء اللہ خان: جناب والا! چودھری صاحب کے پاس اس بات کا جواب نہیں ہے انہیں کہیں کہ اس بات کا جواب محکمے سے منگوا کر اس ہاؤس میں دیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ رانا صاحب کافی ضمنی سوال ہو گئے ہیں۔ اگلا سوال چودھری زاہد پرویز صاحب!

چودھری زاہد پرویز: سوال نمبر 4666۔

حکومت پنجاب کے ریسٹ ہاؤس واقع کراچی سے متعلقہ تفصیلات

*4666: چودھری زاہد پرویز: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب ریسٹ ہاؤس کراچی جو کہ حکومت پنجاب کی ملکیت ہے کتنے کمروں پر مشتمل ہے اور یہ کب کتنی لاگت سے تعمیر کیا گیا؟

(ب) یکم جنوری 2003 سے آج تک اس ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرنے والے افراد کے نام، عہدہ اور کرایہ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) جنوری 2003 سے آج تک جو افراد اس ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے ان میں سے جتنے افراد نے ابھی تک کرایہ ادا کرنا ہے ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(د) ان سے کرایہ کی وصولی کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر خوراک:

(الف) مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) یکم جنوری 2003 سے آج تک اس ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرنے والے افراد کے نام، عہدہ اور کرایہ کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جنوری 2003 سے آج تک جو افراد اس ریسٹ ہاؤس میں ٹھہرے، ان تمام نے کرایہ ادا کیا ہے۔

(د) اس کا جواب مندرجہ بالا جز (ج) میں موجود ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

چودھری زاہد پرویز: جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میرے سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ جو پنجاب ریسٹ ہاؤس کراچی میں ہے یہ 1953 میں بنایا گیا تھا اور اس پر 3 لاکھ 60 ہزار روپے

خرچہ آیا تھا۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آج کل اس کی تعمیر و مرمت کی جا رہی ہے اگر یہ بات درست ہے تو اس کی تزئین و آرائش پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب والا! میرے فاضل بھائی گوجرانوالہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی اس کی repair ہو رہی ہے اس کو مکمل ہونے دیں پھر میں آپ کو بتاؤں گا کہ اس پر کتنی رقم خرچ ہوئی ہے۔

چودھری زاہد پرویز: چودھری صاحب گوجرانوالہ دے ممبر نوں گوجرانوالہ دے وزیر نوں سوال نہیں پچھناں چاہیدا۔

جناب سپیکر: رانا آفتاب احمد خان!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ان کا بڑا valid point ہے جب آپ نے کسی چیز کی repair کروانی ہے تو آپ اس کا estimate بنواتے ہیں وہ اس کا estimate بنا کر بتا دیں کہ اس پر کتنا خرچ ہو گا، اس کی repair پر approximately total کتنا خرچ ہو گا؟

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب! کوئی idea ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں دیکھ کر آیا ہوں وہاں پر ابھی تک وہ repair ہو رہی ہے۔ repair پر زیادہ پیسے بھی خرچ ہو سکتے ہیں، کم بھی ہو سکتے ہیں جب وہ فائنل ہو گا تو میں اپنے فاضل دوست کو اطلاع دے دوں گا کہ کتنا خرچ ہوا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ بات نہیں ہے۔ آپ نے اس اسمبلی کی بلڈنگ بنانی تھی تو اس کا estimate لگا تھا کہ یہاں پر approximately 50 لاکھ روپے لگنے ہیں یا 20 لاکھ روپے لگنے ہیں۔ ایک ریسٹ ہاؤس کی repair ہونی ہے یہ بغیر estimate کے خرچ کئے جا رہے ہیں وہ تو under the financial rules خرچ کر نہیں سکتے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ زاہد پرویز صاحب کا سوال تھا۔ میں نے انہیں بڑا معقول جواب دینا تھا۔ اب رانا صاحب بیچ میں آ گئے ہیں۔ میں جز (الف) پڑھ دیتا ہوں۔ آپ نے پوچھا ہے کہ پنجاب ریسٹ ہاؤس کراچی جو کہ حکومت پنجاب کی ملکیت ہے، کتنے کمروں پر مشتمل ہے اور یہ کب اور کتنی لاگت سے repair کیا جائے گا؟ اس میں repair کا ذکر ہے۔ repair کا سوال relevant ہے۔

جناب سپیکر: ہاں، بنتا تو نہیں ہے۔ Next ہے ملک محمد اقبال چنڑ صاحب!

حاجی محمد اعجاز: On his behalf سوال نمبر 4726۔

PPSC کے زیر انتظام منعقدہ امتحانات
کے نتائج میں تاخیر کا جواز

*4726: ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تین مارچ 2003 کے اشتہار کے تحت جوڈیشل برانچ کی پچاس خالی اسامیوں کے لئے پبلک سروس کمیشن پنجاب نے 13۔اکتوبر تا 21۔اکتوبر 2003 امتحان لیا جس میں 3060 امیدواروں نے حصہ لیا تھا؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پانچ ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک رزلٹ آؤٹ نہ ہوا ہے بلکہ پیپر کینسل کرنے اور از سر نو papers لینے کی تیاریاں کی جارہی ہیں؟

(ج) اگر جز بالا کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ امتحان کا result کب تک قاعدہ اور قانون کے تحت پبلک سروس کمیشن پنجاب out کرنے کا پابند تھا۔ تاخیر کی وجوہات، نیز تاخیر کے ذمہ دار افسران کے نام کیا ہیں کب تک result آؤٹ کر دیا جائے گا اور کیا حکومت ذمہ داران کے خلاف کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خوراک:

(الف) یہ درست ہے کہ 2۔مارچ 2003 کے اشتہار کے تحت جوڈیشل برانچ کی 50 اسامیوں کے لئے پنجاب پبلک سروس کمیشن نے 13 تا 21۔اکتوبر 2003 امتحان لیا جس میں 1800 امیدواروں نے حصہ لیا تھا۔ امتحان میں تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ 27۔جولائی 2003 کے اشتہار برائے جزوی ترمیم کے تحت تمام امیدواروں کو پانچ سال کی عام رعایت دی گئی تھی۔

(ب) جوڈیشل برانچ کی اسامیوں کے سلسلے میں تحریری امتحان کے نتائج کا اعلان مورخہ 09-03-04 کو ہو چکا ہے اور اسامیوں پر بھرتی کے لئے سفارشات متعلقہ محکمہ کو بھیج دی گئی ہیں لہذا پیپر کینسل کرنے اور از سر نو پیپر لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ج) قواعد کے مطابق پنجاب پبلک سروس کمیشن جلد از جلد نتائج کا اعلان کرتا ہے اس کی کوئی مقررہ میعاد نہ ہے۔ تاہم مذکورہ اسامیوں کی بھرتی کے لئے سفارشات متعلقہ محکمہ کو ممکنہ حد تک کم وقت میں ارسال کر دی گئی ہیں لہذا کسی کے خلاف کارروائی غیر ضروری ہے۔

جناب سپیکر: جی Any supplementary question?

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! انہوں نے اپنے اسی سوال کے جز (الف) میں فرمایا ہے کہ امتحان میں 1800 امیدواروں نے حصہ لیا۔ انہوں نے آگے فرمایا ہے کہ اس میں جزوی طور پر 27۔ جولائی 2003 کو ترمیم کی گئی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس ترمیم کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ کیا تمام 1800 امیدواروں کی عمریں زیادہ تھیں جس کی وجہ سے یہ ترمیم کرنی پڑی؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ماشاء اللہ اعجاز صاحب بڑے قابل آدمی ہیں۔ اس کی ضرورت تب پیش آئی تھی کہ بہت عرصہ recruitment کے اوپر بین رہا تو اس کے اوپر ہر محکمے میں 5 سال کی جنرل رعایت کا candidates کا مطالبہ تھا تو اس پانچ سال کی رعایت کے بعد ڈیپارٹمنٹ کو ترمیم کرنی پڑی تھی۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میرا سوال یہ ہے کہ وہ کتنے امیدوار تھے جن کی عمریں زائد تھیں اور ان کے لئے یہ ترمیم کرنی پڑی؟ ظاہر ہے 1800 امیدواروں کی عمریں تو زیادہ نہیں تھیں۔ وہ چند ایسے لوگ تھے جنہیں نوازنے کے لئے وہ ترمیم کی گئی۔ ان کی تعداد بتائیں کہ وہ کتنے تھے؟

جناب سپیکر: وہ تو عام رعایت ہر کسی کے لئے تھی وہ کسی مخصوص کے لئے نہیں تھی۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! وہ ہر ایک کے لئے تو تھی نہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ وہ کتنے امیدوار تھے جن کے لئے یہ special amendment کی گئی؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! سارے محکمہ جات میں اب بھی جتنی بھرتی ہو رہی ہے سبھی کو یہ رعایت دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: ہاں! پنجاب کے تمام محکمہ جات میں یہی پالیسی ہے۔ سید احسان اللہ وقاص صاحب!

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اکثر یہاں پر یہ بات آتی ہے کہ پبلک سروس کمیشن میں جب requisition بھیجی جاتی ہے تو اس کے نتائج کا رزلٹ بہت دیر سے آتا

ہے تو حکومت ان کے رولز میں ترمیم کرنے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے کہ پبلک سروس کمیشن کو requisition کے بارے میں پابند کیا جائے کہ اتنے عرصے کے اندر اندر امتحان لے کر نتائج سے حکومت کو مطلع کرے؟

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! پبلک سروس کمیشن independent ادارہ ہے میرے خیال میں اس کو پابند کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ ویسے وقاص صاحب کی تجویز بہتر ہے ہم ان سے request کریں گے کہ اس کو expedite کروائیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ next ہے۔ 5947 رانا آفتاب احمد خان صاحب!

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! سوال نمبر 5947۔

پینل رینٹ کی وصولی میں امتیازی رویہ کی تفصیل اور حکومتی اقدامات

*5947: رانا آفتاب احمد خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے ویلفیئر ونگ نے جنوری 2002 سے جون 2004 تک سرکاری ملازمین کے لئے رہائشی کالونیز بشمول GOR,s کے جن جن الاٹیوں سے جس جس وجوہ کی بناء پر جتنا جتنا penal rent وصول کیا ان کے نام، عہدہ، سرکاری رہائش نمبرز اور حاصل کی گئی رقم کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ GOR-V کی سرکاری رہائش نمبر 117 A- اور GOR-II کی رہائش نمبر 9-B عرصہ دو سال تک بیک وقت ایک ہی سرکاری بااثر اور سیاسی اثر ورسوخ رکھنے والے اعلیٰ افسر کے زیر قبضہ واستعمال رہی ہیں اور ان دونوں رہائشوں پر قبضہ کے باوجود الاٹی کو penal rent نہیں ڈالا گیا جبکہ کوارٹر نمبر 5-O وحدت کالونی لاہور جو کہ under repair تھا، کے الاٹی کو تقریباً -/25,000 روپے penal rent ڈال دیا گیا جو کہ انتہائی زیادتی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ چھوٹے ملازمین سے ان کی genuine problem کے باوجود penal rent وصول کیا جاتا ہے جبکہ متذکرہ اعلیٰ سرکاری آفیسر جس نے بلاوجہ دو سال تک دو سرکاری رہائشوں پر قبضہ جمائے رکھا ہے کسی قسم کا Penal rent

وصول نہ کیا گیا کیا حکومت سرکاری ملازمین میں اس طبقاتی تفریق اور امتیازی سلوک / رویہ سے متعلق معاملہ کی چھان بین / انکوائری کروا کر بے ضابطگی کے مرتکب ذمہ داران کے خلاف انضباطی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے ویلفیئر ونگ نے جنوری 2002 سے جون 2004 تک سرکاری رہائش گاہوں کے غیر قانونی قابضین سے مبلغ -/3,12,124 روپے کی رقم penal rent کی مد میں وصول کی ہے جس کی تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔ سرکاری رہائش گاہ نمبر A-117/GOR-V مورخہ 21-01-98 کو ظاہر راجہ ایڈیشنل سیکرٹری انڈسٹریز کو الاٹ کی گئی تھی، بعد ازاں 18-06-02 کو اسے اس سرکاری رہائش گاہ کے بدلے B-9/GOR-II رہائش گاہ الاٹ کر دی گئی۔ اس نے B-9/GOR-II کا قبضہ مورخہ 15-12-2003 کو لے لیا مگر رہائش گاہ B-9/GOR-II مخدوش حالت میں تھی اس لئے اس نے A-117/GOR-V کا قبضہ بھی مورخہ 31-جولائی 2004 تک اپنے پاس رکھا۔ تاہم ظاہر راجہ کو دو گھروں کا بیک وقت غیر قانونی قبضہ رکھنے کے سلسلے میں مبلغ -/67,336 روپے penal rent ڈال دیا گیا۔ نوٹس منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے، جبکہ کوارٹر نمبر O-5 وحدت کالونی کے الاٹی نے اس کوارٹر کا قبضہ مورخہ 10-09-03 کو لے لیا اور ساتھ ہی کوارٹر نمبر FN-92 وحدت کالونی کا قبضہ بھی مورخہ 15-04-04 تک اپنے پاس رکھا اس طرح اس نے بیک وقت دو کوارٹر اپنے پاس رکھے اس لئے اسے penal rent پالیسی کے مطابق ڈالا گیا لہذا کوئی زیادتی نہ کی گئی۔ مزید برآں الاٹی نے کوارٹر نمبر FN-92/WC کے سوئی گیس کے بل مبلغ -/6,120 روپے کی ادائیگی بھی نہ کی اور نئے الاٹی کو بل اور نئے کنکشن کے اخراجات مبلغ -/1800 روپے برداشت کرنا پڑے۔ الاٹی کے ذمہ مبلغ -/23,733 روپے واجب الادا ہیں جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1۔ سوئی گیس بل جو ادا نہ کیا گیا مبلغ -/6,210 روپے

2۔	سوئی گیس کی بحالی کے اخراجات	مبلغ-/1,800روپے
3۔	قیمت واش بیسن	مبلغ-/1000روپے
4۔	پینل رینٹ	مبلغ-/14,723روپے
	کل رقم	مبلغ-/23,733روپے

(ج) درست نہ ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی تفریق یا امتیاز نہیں برتا جاتا جیسا کہ جواب (ب) میں بیان کیا گیا ہے، لہذا کسی کے خلاف کارروائی کا جواز نہیں بنتا۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ تتمہ (الف) دیکھ لیں تو اس میں penal rent کی outstanding amount -/10,76,923روپے ہے اور ان کی ریکوری صرف 3 لاکھ روپے ہوئی ہے۔ نمبر 2، ایک گھر A-38 وحدت کالونی ہے اس پر outstanding amount -/Rs. 21,000 ہے اور ریکور انہوں نے 55ہزار روپے کر لئے ہیں ان دونوں کی ذرا وضاحت کر دیں۔ ایک کی ابھی تک ریکوری کیوں نہیں ہوئی، دوسرا یہ کہ ایک آفیسر کے خلاف 21ہزار روپے amount ہے تو آپ نے اس سے 55ہزار روپے کیسے لئے؟

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! penal rent میں حکومت کوئی کوتاہی نہیں کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت کو جتنے بھی پیسے آئیں وہ اسے برے تو نہیں لگتے۔ ہوتا یہ ہے کہ کوئی litigations آ جاتی ہیں، اس میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ penal rent میں افسر یہ کہتا ہے کہ مجھے ہاؤس الاٹ کر دیا گیا تھا اس کی چار مہینے تک مرمت ہوتی رہی ہے وہ بھی مجھے penal rent ڈال دیا گیا ہے۔ اس کو کوئی دوسرا مکان خالی کر کے تو نہیں دیا جا سکتا۔ اس وجہ سے ریکوری تھوڑی سی slow ہو رہی ہے لیکن میں اپنے فاضل دوست کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ جو بات انہوں نے کی ہے یہ ہمارے interest میں ہے۔ ہم اس ریکوری میں انشاء اللہ کوئی کوتاہی نہیں ہونے دیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! میرا دوسرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر چودھری صاحب وحدت کالونی لاہور ہاؤس نمبر A-38 کو دیکھیں تو -/outstanding amount Rs. 21,362 ہے اور انہوں نے -/55,749روپے ریکور کر لئے ہیں۔ یہ انہوں نے ان سے کس ratio سے ریکور کئے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اس میں penal rent کے علاوہ بجلی اور سوئی گیس وغیرہ کے بلز آ جاتے ہیں۔ اس میں اگر کوئی confusion ہے تو میں اپنے دوست کو ریکارڈ لا کر چیک کروا دوں گا۔ اگر باقی dues نہ ہوئے اور کوئی clerical mistake ہوئی تو اس کو دیکھ لیں گے۔

رانا آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ہاؤس نمبر I-48 وحدت کالونی میں ایک آفیسر 3 سال تک illegal occupant رہا ہے، اس سے اس گھر کا کوئی penal rent نہیں لیا گیا۔ اس پر یہ کیا کارروائی کریں گے۔ یہ میرے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! فاضل دوست نے ہمارے interest کی بات کی ہے۔ ہم پورا legal process adopt کریں گے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ Next ہے جناب ارشد محمود بگو!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! Question No. 6340

کوارٹر نمبر M-53 وحدت کالونی لاہور Parent Scheme کے تحت کوارٹر کی الاٹمنٹ

*6340: جناب ارشد محمود بگو: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ کوارٹر نمبر M-53 وحدت کالونی لاہور کے الاٹی محمد اکبر 1990 میں وفات پا گئے تھے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مرحوم کے بیٹے عبدالرحمٰن نے 1993 میں ہی parent scheme کے تحت مذکورہ کوارٹر کی الاٹمنٹ کے لئے درخواست دے دی تھی؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ تاحال مذکورہ کوارٹر درخواست گزار کے نام الاٹ نہ کیا گیا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ کوارٹر درخواست گزار کو الاٹ کرنے کی بجائے کسی دوسرے شخص کو الاٹ کر دیا گیا ہے جبکہ قبضہ درخواست گزار کے پاس ہے؟

(ہ) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ کوارٹر parent scheme کے تحت محمد اکبر (مرحوم) کے بیٹے عبدالرحمٰن کو الاٹ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب

تک اگر نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمایا جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) یہ درست نہ ہے محمد اکبر الاٹی کوارٹر نمبر M-53 وحدت کالونی لاہور مورخہ 06-06-93 کو فوت ہوئے۔ تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) درست ہے۔

(د) یہ اس حد تک درست ہے کہ مذکورہ کوارٹر مسماۃ نگینہ کوثر، جونیئر کلرک بورڈ آف ریونیو کو الاٹمنٹ پالیسی کے تحت الاٹ کر دیا گیا ہے، مذکورہ الاٹی نے اس کا قبضہ بھی لے لیا ہے۔

(ہ) محمد اکبر (مرحوم) کے بیٹے عبدالرحمٰن نے 12- جون 1993 کو والدین سکیم کے تحت مذکورہ کوارٹر کی الاٹمنٹ کی درخواست دی تھی اس وقت وہ عارضی طور پر سکیل 1 میں بطور چوکیدار ملازم تھا اور کوارٹر مذکورہ کی لاٹمنٹ کا اہل نہ تھا کیونکہ مروجہ الاٹمنٹ پالیسی کے تحت مذکورہ کوارٹر سکیل 5 تا 8 کے ملازمین کے لئے ہے، تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نے سکیل نمبر 5 میں بطور ٹریسر 6 بھرتی ہونے کے بعد 13-04-95 کو دوبارہ مذکورہ کوارٹر کی الاٹمنٹ کے لئے درخواست گزاری مگر اس وقت تک کیس زائد المیعاد ہو چکا تھا موصوف نے مختلف عدالتوں سے رجوع کیا مگر کسی عدالت نے اس کے حق میں فیصلہ نہ دیا۔ تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ مجاز عدالتوں کے فیصلوں کی روشنی میں کوارٹر نمبر M-53 وحدت کالونی عبدالرحمٰن سے خالی کروا کر اس کا قبضہ نئی الاٹی مسماۃ نگینہ کوثر کو دے دیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، Any Supplementary Question?

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! ان سے میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کوئی شخص کسی گھر کا الاٹی ہو اور وہ فوت ہو جائے تو parent scheme کے تحت اس کا بیٹا جو ملازم بھی ہو تو اس کو وہ گھر الاٹ کیا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اس کو الاٹ کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ eligible ہو۔ خدانہ کرے کہ کوئی گریڈ 20 کا آفیسر فوت ہو جاتا ہے اس کا بچہ گریڈ 5 کا ہے تو اس کو وہ گھر الاٹ نہیں کیا جاتا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال رانا سرفراز احمد خان صاحب کا ہے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 6803

جناب سپیکر: اس کا جواب ہی ابھی نہیں آیا۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! بیس ماہ میں اس کا جواب نہیں آیا۔ اس کی وجہ وزیر صاحب بتا دیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ سوال ہائیکورٹ سے متعلقہ ہے۔ جز (ج) میں آپ دیکھیں کہ مالی سال 2002 سے آج تک کتنے مقدمات اپیل اور نظرثانی وغیرہ کے سول اور فوجداری کورٹس میں دائر ہوئے اور کتنوں کا فیصلہ ہوا ہے، تفصیلات سے آگاہ فرمائیں؟

جناب سپیکر! ہم نے ان سے پورا رابطہ کیا ہے۔ انھیں لکھ کر بھی بھجوایا ہے۔ اس کا جواب نہیں آسکا۔ اس کے لئے تھوڑا سا وقت درکار ہے۔ یہ کافی لمبا سوال ہے۔ یہ ہائیکورٹ سے متعلقہ ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان کا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! On his behalf Question No. 6896

سال 2003 تا مارچ 2005، وزراء / سیکرٹری صاحبان کے لئے خرید کردہ گاڑیوں اور مرمت کے اخراجات کی تفصیل

*6896: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) سال 2003 سے 31۔مارچ 2005 تک محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی نے وزراء اور صوبائی سیکرٹریوں کے لئے کتنی نئی گاڑیاں خریدی ہیں، ان کی تعداد اور مارکہ مع قیمت بیان فرمائیں؟

(ب) مذکورہ عرصہ میں وزراء اور سیکرٹریوں کو دی گئی گاڑیوں کی مرمت پر خرچ کی رقم کی علیحدہ علیحدہ نیز گاڑی استعمال کرنے والے آفیسر کا نام بیان فرمائیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ وزراء اور صوبائی سیکرٹریوں کے لئے نئی گاڑیاں خریدنے کا پروگرام بنایا جا رہا ہے اگر ہاں تو نئی گاڑیوں کی ڈیمانڈ کرنے والے وزراء اور سیکرٹریوں کے نام مع تاریخ بیان فرمائیں؟

وزیر خوراک:

(الف) سال 2003 سے 31۔مارچ 2005 تک محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی نے وزراء کے لئے 40 عدد نئی ٹویوٹا کرولا D 2.0 خرید کی گئی ہیں جن کی مالیت -/4,89,54,000 روپے بنتی ہے سیکرٹری صاحبان کے لئے محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی نے 4 عدد ٹویوٹا کرولا XLI-1300CC کاریں خریدی ہیں جن کی مالیت -/34,18,000 روپے بنتی ہے۔

(ب) لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جن وزراء کی گاڑیاں 160,000 کلومیٹر سے زیادہ چل چکی ہیں وزیر اعلیٰ صاحب نے ان کی گاڑیاں تبدیل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے اس طرح فیز۔I میں دس وزراء کی گاڑیاں تبدیل کی جا چکی ہیں البتہ سیکرٹریوں کے لئے نئی گاڑیاں خریدنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ ایک تو چودھری صاحب یہ فرمائیں کہ 40 اور 10 جو فیز۔I میں بتایا گیا ہے۔ انھوں نے یہ 50 کے قریب نئی گاڑیاں خریدی ہیں۔ وزراء پہلے کوئی پیدل تو نہیں پھر رہے تھے۔ ان کے پاس جو پہلے گاڑیاں تھیں وہ کہاں پر گئیں ہیں اور اب ان کا کیا مصرف ہے؟

جناب سپیکر! اس کا جو جز (ب) میں مرمت سے متعلق سوال ہے۔ یہ گاڑیاں جو آج سے ڈیڑھ دو سال قبل خریدی گئیں ہیں۔ میرے پاس بھی D 2.0 گاڑی ہے۔ ڈیڑھ دو سال میں گاڑی کی اتنی بڑی مرمت نکلنے کا جواز نہیں بنتا۔ انھوں نے پوری قوم کو تقریباً پانچ کروڑ سے اوپر کا ٹیکہ گاڑیوں کے سلسلے میں لگایا ہے۔ اس کے بعد مرمت کا حال دیکھیں کہ سیریل نمبر 1 پر ٹویوٹا کرولا D 2.0 2002 یہ لودھی صاحب کے پاس ہے۔ اس کی مرمت پر ایک لاکھ 17 ہزار روپے خرچ

آیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں کہتا ہوں کہ تقریباً ایک کروڑ روپیہ انھوں نے مرمت پر خرچ کیا ہے۔ یہ نئی گاڑیاں لی گئیں ہیں اور تقریباً ایک کروڑ روپیہ ان کی مرمت پر خرچ کر دیا گیا ہے۔ یہ گاڑیوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! بعض اوقات گاڑیاں نیلام اور دوسرے افسران کو بھی دے دی جاتی ہیں۔ جیسے حالات ہوں ویسے کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! انھوں نے اپنی گاڑی کی مثال دی ہے۔ جتنا سفر منسٹر مہینے میں کرتا ہے اتنا سفر رانا صاحب شاید سال میں بھی نہ کرتے ہوں۔ اس طرح پرائیویٹ گاڑی کا منسٹر کی گاڑی سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جس منسٹر نے باہر نکلنا ہے اور 34 اضلاع کے اندر دورے کرنے ہیں۔ اگر اس کی گاڑی کہیں لگ جاتی ہے اور کوئی مسئلہ آ جاتا ہے تو رانا صاحب اس میں اتنی سختی نہ کریں کیونکہ حکومتیں آتی جاتی رہتی ہیں۔ کل کو اپوزیشن بھی حکومت میں آ سکتی ہے۔ انھوں نے بھی وزیر بننا ہے۔ ایسی گاڑی جو بالکل ہی ختم ہو جائے تو اس کے ساتھ وزیر بھی کھڑک جاتا ہے۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! چودھری صاحب نے میرے ضمنی سوال کا جواب definite نہیں دیا۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ جو گاڑیاں پہلے تھیں وہ بعض اوقات نیلام کر دی جاتی ہیں اور بعض اوقات کسی اور کو دے دی جاتی ہیں۔ یہ definite بتائیں کہ یہ جو پچاس گاڑیاں نئی لی گئیں ہیں تو جو پرانی گاڑیاں ایس اینڈ جی اے ڈی کے پول میں گئی ہیں۔ وہ گاڑیاں کہاں ہیں کیا وہ گاڑیاں نیلام کی ہیں یا کسی کو دی ہیں تو بھی بتائیں کیونکہ حالات یہ ہیں کہ وہ گاڑیاں بھی انھوں نے بے مہابہ مشیران کو دے دی ہوئی ہیں جو 50/60 کے قریب لوگ ہیں [*****] جس طرح انھوں نے کہا کہ منسٹر صاحبان پنجاب میں سفر بہت کرتے ہیں۔ میرا یہ سوال ہے کہ آدھے منسٹر صاحبان کے پاس تو محکمہ ہی نہیں ہے۔ [*****]

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر! اس فہرست میں 2 لاکھ 44 ہزار روپے 2 لاکھ 48 ہزار روپے اور 2 لاکھ 68 ہزار روپے ہے یعنی پچاس فیصد مرمت میں رکھے ہیں۔ اگر اتنے ایکسیڈنٹ ہوئے ہیں تو کیا کسی وزیر کو خراش تک نہیں آئی۔ ان کے پاس محکمہ ہے کوئی نہیں اور کہتے ہیں کہ سفر کرتے ہیں۔ ہم نے ان کو کبھی مال روڈ کے علاوہ کہیں نہیں دیکھا۔ یہ صرف مال روڈ پر گھومتے رہتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! رانا صاحب بڑی بادشاہی بات کرتے ہیں۔ میں اس طرح جواب نہیں دینا چاہتا کہ ہمارے ایڈوائزر خدانخواستہ آوارہ پھر رہے ہیں۔ آوارہ پھرنا ہماری پارٹی کی عادت نہیں ہے۔ میں اس پر کچھ نہیں کہنا چاہتا، یہ خود جانتے ہیں۔ ہم تو عوامی خدمت کے لئے باہر نکلتے ہیں۔ ایسے کاموں کے لئے باہر نہیں نکلتے جس میں آوارہ گردی کا نام آسکے اس لئے یہ الفاظ آپ کارروائی سے حذف کر دیں۔

جناب سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! انھوں نے نیلامی کی جو بات کی ہے۔ انھوں نے خود ہی جواب دے دیا ہے کہ بعض ایڈوائزرز پارلیمانی سیکرٹریز کو دے دی گئی ہیں۔ اگر یہ کسی خاص گاڑی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں تو اس کا نمبر بتائیں کہ وہ کس کو دی ہے تو میں اس کا جواب دے دوں گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! سیریل نمبر 22 پر LRH-8812 کے 268831/- روپے ہیں۔ اسی طرح سے سیریل نمبر 27 پر LRL-5543 کے 2 لاکھ 44 ہزار روپے ہے۔ یہ اتنی بھاری رقم repair کے کھاتے میں ہے، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ان کے پاس جو اپنی پرانی گاڑیاں ہیں یہ ان نئی گاڑیوں کے پارٹس اتار کر ان میں لگا دیتے ہیں اور اس طرح اتنے لمبے لمبے بل بن جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: ایسا نہیں ہے۔ اگلا سوال رانا سرفراز احمد خان صاحب کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: On his behalf سوال نمبر 7325۔

ضلع قصور، گزشتہ تین سال میں بہبود فنڈ سے جاری جہیز فنڈ اور ماہانہ امداد کی تفصیل

*7325: رانا سرفراز احمد خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع قصور میں بہبود فنڈ سے جن سرکاری ملازمین کے جہیز فنڈ کے لئے درخواستیں گزشتہ سالوں میں وصول ہوئیں، ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور محکمہ کی تفصیل فراہم کی جائے نیز کتنے ملازمین کو کتنی کتنی مالیت کے چیک دیئے گئے؟

(ب) مذکورہ ضلع میں "Death Grant" کی مد سے گزشتہ 3 سالوں میں جن ملازمین کے لواحقین کو ماہانہ امداد دی گئی، ان کے نام، پتاجات اور امداد کی تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) ڈی سی او/چیئرمین ڈسٹرکٹ بہبود فنڈ بورڈ قصور کی رپورٹ کے مطابق جو کہ منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے مذکورہ عرصہ کے دوران 85 درخواست دہندگان کو میرج گرانٹ کی ادائیگی کی گئی۔

(ب) ڈی سی او/چیئرمین ڈسٹرکٹ بہبود فنڈ بورڈ قصور کی فراہم کردہ رپورٹ جو کہ منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے کے مطابق 301 درخواست دہندگان کو ماہانہ امداد کی ادائیگی کی گئی۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ بنوولینٹ فنڈ میں Death Grant ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو لواحقین کو دینے کے لئے Death Grant ہے اس کو طے کرنے کا کیا طریق کار ہے اور یہ جو رقم دی جا رہی ہے اس کی amount کب سے طے ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ ذرا سوال دہرا دیں۔ مجھے آواز نہیں آئی۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ جی، ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میں نے یہ ضمنی سوال کیا ہے کہ یہ جوDeath Grantsہیں یہ کس ratioسے سرکاری ملازمین کے لواحقین کو دی جاتی ہیں اورamountکی ratio کب سے طے ہے۔یعنی کتنا عرصہ ہو گیا ہے؟

جناب سپیکر: جی،وزیر خوراک!

وزیر خوراک:ان کی ratioسے کیا مراد ہے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر:مثلاً پہلے سکیل کا،دوسرے سکیل کا یا چوتھے سکیل کا ملازم ہے اس کی ratio تو سکیل وار ہی ہو گی۔میں یہ پوچھنا چاہتا تھا ہوں کہ کسratioکے حساب سے ہے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر!بنوولینٹ فنڈز کی دو اقسام ہیں۔ جو ہائر گریڈ کے آفیسرز ہیں ان کا بنوولینٹ فنڈ علیحدہ ہے اور جو اس سےlower گریڈ کے ہیں ان کا علیحدہ ہے۔جیسے میں نے عرض کیا ہے کہ چونکہ ان کی کٹوتی تنخواہ سے ہوتی ہے پھر اس حساب سے ان کو گرانٹس دی جاتی ہیں۔اسی میں یہdeathجہیز فنڈ اور بچوں کی فیس کا معاملہ بھی آتا ہے اور ساری گرانٹس اس فنڈ کے حساب سے دی جاتی ہیں جو اس کی تنخواہ میں سے کٹوتی ہوتی ہے۔چونکہ ہائر گریڈ کے آفیسرز کا فنڈز یادہ ہوتا ہے اس لئے انہیں زیادہ گرانٹس دی جاتی ہیں اورlowerگریڈ کو کم دی جاتی ہیں۔یہ میں نے پہلے بھی بیان دیا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سکیل وار ratioکیا ہے اس بارے میں ذرا بیان کر دیں؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر!ایک گریڈ سے15سکیل تک -/1300 روپے ہے، 17 گریڈ کا -/3500روپے ہے، گریڈ18کا-/6000روپے ہے اور پھر اس کے اوپر آگے-/8000روپے ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی،ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر:اس میں گزارش یہ ہے کہ جو لوگ بنوولینٹ فنڈ اورDeath Grants کے حوالے سے درخواستیں دیتے ہیں وہ کافی عرصہ تک پینڈنگ پڑی رہتی ہیں۔مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ پہلے بھی جب محکمہS&GADپرQuestion Hourتھا تو میں نے ضمنی سوال کیا تھا کہpaymentکرنے میں کافیdelayہوتا ہے تو منسٹر صاحب نے اس وقت بھی فرمایا تھا اور میں نے تجویز دی تھی کہ اس کوtime limitکریں تاکہ خاص پیریڈ کے اندر معلوم ہو کہ ان کو رقم مل

جاتی ہے۔ ورنہ سالہا سال فائلیں پڑی رہتی ہیں اور ویسے بھی ہر محکمہ کا مسئلہ ہے۔S&GAD نے رہنما اصول بنائے ہوئے ہیں کہ فائل کلرک کے پاس کتنا عرصہ رہے گی، سینئر کلرک یا ہیڈ کلرک کے پاس کتنا عرصہ رہے گی۔

جناب سپیکر: آپ کا ضمنی سوال کیا ہوا؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے پچھلی دفعہ جو commitment کی تھی، کیا انہوں نے بنوولینٹ فنڈ اور Death Grants کی ادائیگی کے لئے کوئی time limit مقرر کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ہم نے یہ معاملہ discuss کیا تھا اس کو ہم اس طریقے سے کر رہے ہیں کہ اس کو streamline کیا جائے تاکہ زیادہ delay نہ ہو لیکن بعض اوقات جب delay ہوتی ہے تو وہ applicants کی طرف سے ہوتی ہے، بعض اوقات درخواستیں لیٹ آتی ہیں یا ان کی اپنی سستی کی وجہ سے delay ہو جاتی ہے۔ اس میں محکمانہ سستی نہیں ہے لیکن پھر بھی میں اس کو expedite کرنے کے لئے process کو بہتر کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب سمیع اللہ خان صاحب کا ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: سوال نمبر 7481۔

ضلع لاہور، انٹی کرپشن کے عملے، ماہانہ اخراجات اور رجسٹرڈ کیسوں سے متعلقہ تفصیل

*7481: جناب سمیع اللہ خان: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع لاہور میں انٹی کرپشن کے عملہ کی تعداد سکیل وار کیا ہے؟

(ب) متذکرہ محکمہ کے عملہ کی تنخواہیں اور دیگر ماہانہ اخراجات کیا ہیں؟

(ج) متذکرہ محکمہ نے 2004-05 میں کتنے رشوت ستانی کے کیس رجسٹر کئے؟

(د) مذکورہ رجسٹرڈ کیسوں میں سے کتنے کیسوں میں ملزموں کو سزا ہوئی، کتنے بری ہوئے اور کتنے زیر التواء ہیں، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے نیز جن جن افراد کے خلاف رشوت ستانی کے کیس رجسٹر ہوئے، ان کے نام، عہدہ جات اور جائے تعیناتی بھی تحریر کی جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) ضلع لاہور میں انٹی کرپشن لاہور کے عملہ کی تعداد148 ہے جس کی تفصیل سکیل وار (Annex-A)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) انٹی کرپشن لاہور کے عملہ کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات کی تفصیل(Annex-B) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) محکمہ انٹی کرپشن لاہور نے05-2004 میں325رشوت ستانی کے کیس رجسٹرڈ کئے۔

(د) مذکورہ بالا کیسوں میں2ملزمان کو سزا ہوئی۔7ملزمان بری ہوئے۔12 کیسز میں ملزمان کے خلاف محکمانہ کارروائی ہوئی۔32 کیسز عدالتوں میں زیر التواء ہیں۔34 کیسز میں ملزمان کے خلاف جوڈیشل ایکشن منظور ہوا۔101 کیسز زیر تفتیش ہیں اور 137 کیسز داخل دفتر ہوئے جن کی تفصیل(Annex-C)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر!اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انہوں نے بتایا کہ عملہ کی تعداد148 ہے اور محکمہ انٹی کرپشن لاہور کے عملہ کی تنخواہوں کا جو تخمینہ انہوں نے دیا ہے وہ بھی بہت زیادہ ہے۔کرپشن کے حوالے سے جو ریکوری ہوتی ہے اس کی تفصیل مہیا کردیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر!انہوں نے کرپشن کے حوالے سے کیا پوچھا ہے؟

جناب سمیع اللہ خان: کرپشن کے کیسز میں لاہور میں ملازمین سے جو ریکوری ہوئی ہے وہ بتا دیں؟

وزیر خوراک: وہ اس سوال میں آپ نے پوچھی نہیں ہے۔اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اس کا ریکارڈ آپ کو دے سکتا ہوں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، احسان الحق نولاٹیا صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر!یہ رپورٹ05-2004 تک کی ہے تو18 ماہ اس کو گزر گئے ہیں اور یہ 325 مقدمات ہیں جن کی تفصیل بتائی گئی ہے کہ دو افراد کو سزا ہوئی ہے۔اب

325 میں کم از کم تقریباً 1500 افراد پر مقدمات درج ہوئے ہیں۔ 1500 میں سے دو افراد ہیں جن کے خلاف کارروائی ہوئی ہے اور 12 کیسز میں محکمانہ آرڈر ہوا ہے یوں سمجھ لیں کہ 14 افراد کو سزا ملی ہے اور 32 کیسز عدالتوں میں زیر سماعت ہیں۔ 101 کیس 2004 سے پہلے کے درج ہیں یعنی اب ان کو درج ہوئے کم از کم 18 ماہ اور بعض کو 25 ماہ گزر گئے ہیں اور 25 ماہ سے 101 مقدمات زیر تفتیش ہیں اور 137 کو فائل کر دیا گیا ہے۔ یہ محکمہ انٹی کرپشن کی کارکردگی ہے کہ 1500 میں سے دو افراد کو سزا ملی ہے اگر یہ ratio رہے گی تو آپ خود اندازہ لگا لیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا گورنمنٹ انٹی کرپشن کی اس grip پر مطمئن ہے یا اس کو ٹھیک کرنا چاہتی ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! آپ کو یاد ہوگا کہ جب پچھلے سال S&GAD پر سوالات تھے تو انٹی کرپشن پر بڑی بحث ہوئی تھی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کی دلچسپی کی وجہ سے انٹی کرپشن کے اندر ایسی feasible تبدیلی نظر آ رہی ہے۔ یہ صحیح بتایا گیا ہے کہ اس کی رفتار بڑی سست تھی۔ آج کل اس قسم کے حالات نہیں ہیں ہمارے انٹی کرپشن کے جو نئے ڈی جی آئے ہیں انہوں نے آ کر کافی جرأت پیدا کی ہے، آفیسرز کو بڑا چھان بین کر لگاتے ہیں۔ اس میں بڑی تبدیلی آئی ہے، جب یہ چاہیں میں اس کی تفصیل پیش کر سکتا ہوں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایک فرد کے ساتھ محکمے کے کسی فرد نے کوئی زیادتی کی ہے اب دیکھیں کہ 25 ماہ سے مدعی بھگت رہا ہے جس کے ساتھ اتنا کچھ ہوا ہے۔ اب جس نے کیا ہے اس نے تو کچھ پیسے لئے ہوئے ہوں گے۔

جناب سپیکر: وہ اب فرما رہے ہیں کہ اس محکمے میں پہلے کی نسبت کافی بہتری آئی ہے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! آپ جز (د) کے اندر بہتری کا رزلٹ دیکھ لیں۔ مذکورہ بالا کیسوں میں 2 ملزمان کو سزا ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: جو آپ نے پڑھا ہے وہ سب نے سن لیا ہے اور ریکارڈ پر بھی آ گیا ہے۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! یہ کارکردگی افسوسناک حد تک ہے تو اس میں بہتری کی ضرورت ہے۔

حاجی محمد اعجاز: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، حاجی صاحب!

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! اسی سوال میں یہ کہا گیا ہے کہ 101 کیسز زیر تفتیش ہیں ان کی اس وقت کیا صورتحال ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! جو 101 کیسز زیر تفتیش ہیں ان کو expedite کرنے کے لئے ڈی جی اینٹی کرپشن نے میٹنگ بھی بلائی ہے اور وہ بڑی جلد اس کو نپٹانے کی بھرپور کاوشیں بروئے کار لا رہے ہیں اور میں بھی اس کو مانیٹر کرواؤں گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال چودھری جاوید احمد صاحب کا ہے۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): On his behalf سوال نمبر 7909۔

صوبہ میں گریڈ 22 کی منظور شدہ و خالی اسامیوں اور تعینات آفیسرز کی تفصیل

*7909: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبہ میں گریڈ 22 کی منظور شدہ اسامیوں کی تفصیل محکمہ وار دی جائے؟

(ب) گریڈ 22 کے آفیسرز کو کیا کیا مراعات / سہولیات حکومت فراہم کرتی ہے؟

(ج) گریڈ 22 کی کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

(د) گریڈ 22 کی اسامیوں پر کام کرنے والے افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور محکمہ کی تفصیل دی جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) صوبہ پنجاب میں گریڈ 22 کی کل 05 منظور شدہ اسامیاں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ چیف سیکرٹری
2۔ چیئرمین، پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بورڈ
3۔ سینئر ممبر، بورڈ آف ریونیو
4۔ پرنسپل سیکرٹری، فنانس اینڈ ٹیکسیشن

(ب) صوبہ پنجاب میں گریڈ 22 کے افسران کو وہ تمام مراعات / سہولیات حکومت فراہم کرتی ہے جس کی تفصیل فنانس ڈیپارٹمنٹ کے لیٹر نمبر FD.PC-2-1/2005 مورخہ 16-07-06 میں پرچہ (الف) پر موجود ہے جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) اس وقت صوبہ میں گریڈ 22 کی کوئی اسامی خالی نہیں ہے۔

(د) صوبہ پنجاب میں گریڈ 22 کی اسامیوں پر کام کرنے والے افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور محکمہ کی تفصیل پرچہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے؟

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جی، کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال بھی چودھری جاوید احمد صاحب کا ہے۔

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): On his behalf سوال نمبر 7910۔

صوبہ میں گریڈ 20 کی منظور شدہ خالی اسامیوں اور تعینات آفیسرز کی تفصیل

*7910: **چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ):** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبہ میں گریڈ 20 کی منظور شدہ اسامیوں کی تفصیل محکمہ وار دی جائے؟

(ب) گریڈ بیس کے آفیسرز کو کیا کیا مراعات / سہولیات حکومت فراہم کرتی ہے؟

(ج) گریڈ بیس کی کتنی اسامیاں اس وقت خالی ہیں؟

(د) گریڈ بیس کی اسامیوں پر تعینات افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور محکمہ کی تفصیل دی جائے؟

وزیر خوراک:

(الف) صوبہ میں گریڈ 20 کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد 1076 ہے، محکمہ وار تفصیل (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) گریڈ 20 کے افسران کو وہ تمام مراعات / سہولیات حکومت فراہم کرتی ہے جس کی تفصیل فنانس ڈیپارٹمنٹ کے لیٹر نمبر FD.PC-2-1/2005 مورخہ 16-07-06 پرچہ (ب) میں موجود ہے، جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ج) اس وقت صوبہ میں گریڈ 20 کی 270 خالی اسامیاں ہیں محکمہ وار تفصیل پرچہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) گریڈ 20 کی اسامیوں پر تعینات افسران کے نام، عہدہ، گریڈ اور محکمہ کی تفصیل پرچہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

محترمہ مصباح کوکب (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز (ج) کا جواب ہے کہ اس وقت صوبہ میں گریڈ 20 کی 270 خالی اسامیاں ہیں۔ اگر اس وقت 270 خالی اسامیاں ہیں تو ان اسامیوں کو fill کیوں نہیں کیا گیا اور جو افسر بکار خاص یعنی OSD محکمہ S&GAD میں موجود ہیں ان کو ان اسامیوں پر کیوں نہیں لگایا گیا؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ حکومت کا بڑا concern ہے اور اس میں ہم پوری دلچسپی لے رہے ہیں اور یہ اسامیاں بہت جلد fill کی جا رہی ہیں۔ اس میں انہوں نے جو کہا ہے کہ OSD لگا دیئے گئے ہیں، OSD بعض اوقات کسی وجوہات کی بناء پر لگائے جاتے ہیں تو ان کو دوبارہ اسی پوسٹ پر لگانا مناسب نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، سید وسیم اختر صاحب!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! ابھی وزیر موصوف فرما رہے تھے کہ کسی وجوہات کی بناء پر بعض لوگوں کو OSD کیا جاتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایک آفیسر OSD لگ جاتا ہے اس کو مکمل تنخواہ دی جاتی ہے اور وہ آرام سے گھر بیٹھ کر پوری تنخواہ لیتا ہے، کام کوئی بھی نہیں ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر کسی کو OSD لگایا جائے تو اس کو کتنا عرصہ OSD رکھا جا سکتا ہے، اس کے لئے time limit کیا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اس میں time limit تو نہیں ہے اس میں اس طرح نہیں ہوتا کہ OSD کو صرف OSD رہنے دیا جائے۔ اگر اس کا کوئی معاملہ چل رہا ہے تو جونہی وہ اس سے فارغ

ہو جاتا ہے تو اس کی posting کر دی جاتی ہے۔ اس میں مختلف نوعیت کے معاملات ہوتے ہیں ان کو اس کے مطابق نمٹایا جاتا ہے اس لئے اس میں time limit نہیں ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرے علم میں ہے کہ ایسے افسران بھی ہیں جو دو دو سال سے OSD بیٹھے ہیں اور یقیناً غریب عوام کے ٹیکسوں سے دیئے گئے خزانوں سے ان کو پوری تنخواہ مل رہی ہے اور وہ آرام سے بیٹھے ہیں۔ اس حوالے سے یہ جو lacuna ہے اس سلسلے میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیر موصوف کوئی ایسا پروسیجر بنانے کے لئے تیار ہیں کہ ان کو OSD رکھنے کی کوئی پانچ چھ مہینے مدت مقرر کی جائے تاکہ قوم کا اتنا پیسا ضائع نہ ہو۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ڈاکٹر صاحب کی تجویز پر یہ رستہ نکل سکتا ہے کہ کسی بھی افسر کو بلاوجہ زیادہ دیر OSD نہ رکھا جائے اس پر غور ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب ڈاکٹر سید وسیم اختر کا ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: سوال کا نمبر 8045 ہے اور جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

عرصہ 2003-05 کے دوران خرید کردہ گاڑیوں اور اخراجات کی تفصیل

*8045: ڈاکٹر سید وسیم اختر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) مالی سال 2003-04 اور 2004-05 میں کتنی اور کون کون سی نئی گاڑیاں S&GAD نے خرید کیں؟

(ب) ان مالی سالوں میں پٹرول اور گاڑیوں کی مرمت کی مد میں S&GAD نے کتنی رقم خرچ کی؟

(ج) کس کس سکیل کا افسر کتنے CC طاقت کی گاڑی قانوناً رکھ سکتا ہے؟

وزیر خوراک:

(الف) مالی سال 2003-04 اور 2004-05 میں S&GAD نے سوزوکی، ٹویوٹا کرولا، ہنڈا، کیا سپورٹیج، مسٹوبشی، گیلنٹ وغیرہ برانڈ کی بالترتیب 58 اور 187 گاڑیاں خرید کیں۔

(ب) مالی سال 2003-04 اور 2004-05 میں S&GAD کی گاڑیوں پر پٹرول اور مرمت کا خرچہ درج ذیل ہے۔

سال	پٹرول	مرمت
2003-04	13,664,543/-	13,920,000/-
2004-05	23,270,000/-	12,061,151/-

(ج) اس ضمن میں عرض ہے کہ پنجاب وہیکل (استعمال و نگہداشت) قواعد مجریہ 1969 کی شق 10 کے تحت محکمے کا سربراہ اپنے ماتحت افسران میں سے کسی کو بھی سرکاری گاڑی استعمال کرنے کی اجازت دینے کا مجاز ہے۔ تاہم متعلقہ مجاز افسر گاڑی کے استعمال کی اجازت کے وقت افسر کے گریڈ، عہدہ اور ڈیوٹی کی نوعیت کو مدنظر رکھتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو نئی گاڑیاں خریدی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ یہ گاڑیاں سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری صاحبان اور اسی طرح کے افسران کے لئے خریدی جاتی ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ -/192,021 روپے اور 22 سکیل کے افسران کو سکیل وار کتنے سی سی والی گاڑیاں allow ہیں؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اب تو کسی کے پاس بھی کوئی بڑی گاڑی نہیں ہے تمام D 2.0 استعمال ہو رہی ہیں اس سے بڑی گاڑیاں کسی کے پاس بھی نہیں ہیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ لاہور میں جو ایڈیشنل آئی جی خواجہ خالد فاروق صاحب ہیں جو کہ ایک بہت بڑی گاڑی کے اندر بیٹھے ہوتے ہیں جو کہ لینڈ کروزر ہے، اس بارے میں وضاحت کر دیں؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! نئی سکیم کے تحت تو بڑی گاڑی کسی افسر کو خرید کر نہیں دی جاتی اگر کوئی پرانی گاڑی ہو تو اس کو وہ استعمال کرنے کے مجاز ہیں کیونکہ اگر ڈیپارٹمنٹ میں کوئی پرانی گاڑی ہوتی ہے تو اس کو ضائع کرنے کی بجائے استعمال ہو رہی ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ جو ایس اینڈ جی اے ڈی کے پاس گاڑیاں ہوتی ہیں جو وزراء یا سیکرٹری صاحبان کے پاس ہوتی ہیں کیا ان کی انشورنس کرانے کا بھی حکومت نے انتظام کر رکھا ہے تاکہ ان کے کسی حادثے یا چوری کی صورت میں اخراجات انشورنس کمپنی ادا کرے؟

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ان کا سوال مجھے سمجھ نہیں آیا۔

جناب سپیکر: وہ پوچھ رہے ہیں کہ جو گاڑیاں وزراء یا سیکرٹری صاحبان کے پاس ہوتی ہیں وہ insured ہوتی ہیں یا نہیں؟

وزیر خوراک: وہ insured نہیں ہوتیں۔

جناب سپیکر: جی، جناب سمیع اللہ خان!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جز(ب) میں پٹرول کا خرچہ 04-2003 میں ایک کروڑ چھتیس لاکھ روپے تھا وہ 05-2004 میں تقریباً 30 سے 35 فیصد بڑھ کر دو کروڑ بتیس لاکھ روپے تقریباً ایک کروڑ روپے کا جو اضافہ پٹرول کی مد میں ہوا۔ اس کی کوئی وضاحت فرما دیں کہ ایک سال کے دوران ایک کروڑ روپے کا اضافہ کیوں ہوا اور دوسرا میرا ضمنی سوال اسی حوالے سے ہے کہ مرمت کے حوالے سے جو وزراء صاحبان کے پاس گاڑیاں ہیں اور جو سرکاری افسران کے پاس گاڑیاں ہیں ان کا آپ اگر maintenance کا خرچہ دیکھیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ 2004 ماڈل کی گاڑی ہے اور ایک سال کے دوران تین تین لاکھ روپے مرمت کی مد میں خرچ ہوتا ہے کیا وجہ ہے کہ ان گاڑیوں کی انشورنس کیوں نہیں ہو رہی جبکہ گاڑیوں کی مرمت کے نام پر لوٹ مار مچی ہوئی ہے۔ آپ یہ اخراجات دیکھ لیں اور وزراء صاحبان کی گاڑیوں کی لسٹ ایوان میں موجود ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب نے بھی یہ سوال کیا تھا اس پر کافی تفصیلی بات ہو گئی ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اس پر کافی تفصیل سے بات ہو گئی ہے شاید خان صاحب دیر سے آئے ہیں۔ خان صاحب نے جو دوسری بات کی ہے کہ پٹرول کے اخراجات کیوں بڑھ گئے ہیں تو یہ بڑا سادے سے سادہ بندہ بھی سمجھتا ہے کہ اگر پٹرول کی قیمتیں بڑھیں گی تو اخراجات بھی بڑھیں گے۔ اس میں تو کوئی پوچھنے والی بات ہی نہیں ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ان کا جواب درست ہے۔ حکومت کہتی ہے کہ عام لوگوں پر تو پٹرول کی قیمت کا کوئی اثر نہیں پڑا لیکن وزراء کے اخراجات پر، گاڑیوں پر جو پنجاب حکومت کا پیسا خرچ ہوا وہ انہوں نے تسلیم کیا اور یہ کہا جاتا ہے کہ پٹرول کی قیمت بڑھی ہے تو عام آدمی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: ضمنی سوال۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جو گاڑیاں سرکاری افسران کو دی جاتی ہیں شام کو یہ مارکیٹوں میں بھی نظر آتی ہیں، تعلیمی اداروں میں چھٹی کے وقت بھی بہت بڑی تعداد میں سبز نمبر پلیٹ والی گاڑیاں کھڑی ہوتی ہیں۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا قانونی طور پر اس کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ ساری گاڑیاں قانون کے مطابق ہی استعمال ہوتی ہیں۔ بندے سارے law makers ہیں وہ کیسے قانون کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلا سوال جناب جوئیل عامر سہوترا!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! On his behalf

چودھری ظہیر پرویز: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری ظہیر پرویز: جناب سپیکر! مجھے یاد پڑتا ہے کہ کافی عرصہ پہلے وزیر قانون کی گاڑی چوری ہو گئی تھی۔ کیا وہ برآمد ہو چکی ہے یا نہیں؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں ہے۔ جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: سوال نمبر 8296، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد میں تعینات پراونشل مینجمنٹ سروس کے آفیسرز کی تعداد و تفصیل اور عرصہ تعیناتی

*8296: جناب جوئیل عامر سہوترا اور رائے احسن رضا: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پراونشل مینجمنٹ سروس کے گریڈ 17 اور اوپر کے کتنے ملازمین کس کس پوسٹ پر

فیصل آباد میں تعینات ہیں ان کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ جگہ تعیناتی کی تفصیل دی جائے؟

(ب) کتنے ملازمین ان میں سے ایسے ہیں جو تین سال یا اس سے بھی زائد عرصہ ضلع فیصل آباد میں مختلف جگہوں پر کام کر رہے ہیں، ان کے نام، عہدہ اور گریڈ کی تفصیل دی جائے؟

(ج) کیا حکومت تین سال یا اس سے بھی زائد عرصہ فیصل آباد میں تعینات مذکورہ سروس کے ملازمین کو اس ضلع سے باہر تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خوراک:

(الف) فیصل آباد میں تعینات PMS مذکورہ بالا گریڈ کے افسران کی تفصیل درج ذیل ہے:

1-	محمد علی بلوچ، (بی ایس 19)	ای ڈی او (آر)
2-	ملک ظفر جاوید (بی ایس 18)	سیکرٹری پبلک سیفٹی کمیشن
3-	صلاح الدین احمد، (بی ایس 18)	ڈائریکٹر فنانس، ایف ڈی اے
4-	محمد خالد راجو، (بی ایس 18)	ٹی ایم او جناح ٹاؤن
5-	لیاقت علی چٹھہ (بی ایس 17)	ایس اے او
6-	محمد آصف (بی ایس 17)	ڈی ایم او
7-	میاں محسن رشید، (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (ریونیو) تاندلیانوالہ
8-	مبشر حسین شاہ، (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (ریونیو) سٹی
9-	محمد یعقوب خان (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (ریونیو) صدر
10-	علی باجوہ (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (ریونیو) چک جھمرہ
11-	محمد شکیل (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (ریونیو) سمندری
12-	محمد قاسم صدیقی (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (ریونیو) جڑانوالہ
13-	محمد اسد سندھو (بی ایس 17)	ڈی ڈی او رجسٹریشن
14-	جاوید احمد تتلہ (بی ایس 17)	ڈی ڈی او رجسٹریشن
15-	رائے علی آفتاب (بی ایس 17)	ڈی ڈی او رجسٹریشن، جڑانوالہ
16-	پیرزادہ محمد خالد (بی ایس 17)	سٹاف آفیسر ٹو ای ڈی او (ریونیو)
17-	امجد سلیم سرگانہ (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (جنرل)
18-	سید ارشاد حسین شاہ (بی ایس 18)	پراجیکٹ مینجر واٹر کورسز
19-	نسیم صادق (بی ایس 18)	ڈسٹرکٹ مینجر، PRSP
20-	رائے ظفر عباس بھٹی (بی ایس 17)	ڈی ڈی او (کوآرڈینیشن)
21-	محمد خالد منظور (بی ایس 17)	سپیشل جوڈیشل مجسٹریٹ، ٹی ایم اے

22۔	رائے واجد علی(پی ایس 17)	سپیشل جوڈیشل مجسٹریٹ،ٹی ایم اے
23۔	محمد کاظم اعوان(پی ایس 17)	سپیشل جوڈیشل مجسٹریٹ
24۔	شفقت اللہ مشتاق(پی ایس 17)	سپیشل جوڈیشل مجسٹریٹ

(ب) 19افسران ضلع فیصل آباد میں عرصہ تین سال یا تین سال سے زائد عرصہ سے تعینات ہیں۔ تفصیلی رپورٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جی ہاں۔حکومت تمام اضلاع بشمول مذکورہ ضلع میں تین سال یااس سے زائد عرصہ سے تعینات PMSافسران کو ضلع سے باہر تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن فی الحال PMSکے تقریباً تین صد افسران کی کمی ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے حکومت مسلسل PPSCاور محکمانہ پروموشن کمیٹی سے رابطے میں ہے اور نئے افسران سروس میں شامل ہو رہے ہیں۔افسروں کی اس کمی کی وجہ سے فی الحال کچھ افسران کو مجبوراً عرصہ تین سال سے زائد گزرنے کے باوجود ایک ہی ضلع میں مختلف عہدوں پر تعینات کیا گیا ہے۔جیسے ہی افسران کی کمی دور ہو گی، نئے افسران رپورٹ کر کے پرانے افسران کو مذکورہ ضلع /اضلاع سے نکال لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، کوئی ضمنی سوال؟

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر!اس میں میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جز(الف) کے جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ پراونشل مینجمنٹ سروس کے 24 کے قریب افسران ہیں جو فیصل آباد میں تعینات ہیں۔ جز(ب)میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان میں سے 19 عرصہ تین سال یا تین سال سے زائد وہاں پر تعینات ہیں۔ میرا خیال ہے کہ 24 میں سے 19آدمی عرصہ تین سال سے تعینات ہیں اور کچھ لوگ وہاں پر تقریباً دس دس سال سے تعینات ہیں۔انہوں نے باقاعدہ اپنے کاروبار شروع کئے ہوئے ہیں، کبھی مجسٹریٹ، کبھی سپیشل مجسٹریٹ، کبھی انٹی کرپشن میں یعنی وہیں پر ایک ہی سرکل میں گھوم رہے ہیں اور دس سال سے وہاں پر انہوں نے اپنے کاروبار شروع کئے ہوئے ہیں اور مختلف قسم کی خرافات میں ملوث ہیں۔24افسران میں سے 19، یہ بہت بڑی figure ہے اور میرا خیال ہے کہ کسی اور ضلع میں ایسی صورتحال نہیں ہو گی۔کیا اس کی correction کے لئے حکومت کوئی قدم اٹھائے گی؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! بڑے ادب کے ساتھ میں رانا صاحب کو سمجھاؤں گا کہ یہ پھر وہی پڑھتے ہیں جو اپنے مطلب کی بات ہو دوسری نہیں پڑھتے۔ جز(ج) میں بڑا واضح جواب دیا گیا ہے کہ جی ہاں۔ حکومت تمام اضلاع بشمول مذکورہ ضلع میں تین سال یا اس سے زائد عرصہ سے تعینات PMS افسران کو ضلع سے باہر تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن فی الحال PMS کے تقریباً تین صد افسران کی کمی ہے۔ جس کو پورا کرنے کے لئے حکومت مسلسل PPSC اور محکمانہ پروموشن کمیٹی سے رابطے میں ہے اور نئے افسران سروس میں شامل ہو رہے ہیں۔ افسروں کی اس کمی کی وجہ سے فی الحال کچھ افسران کو مجبوراً عرصہ تین سال سے زائد گزرنے کے باوجود ایک ہی ضلع میں مختلف عہدوں پر تعینات کیا گیا ہے۔ جیسے ہی افسران کی کمی دور ہو گی نئے افسران رپورٹ کر کے پرانے افسران کو مذکورہ ضلع / اضلاع سے نکال لیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، رانا صاحب!

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! میں نے پوچھا کچھ ہے اور جواب کچھ دیا گیا ہے۔ میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ فیصل آباد میں پراونشل مینجمنٹ کے 24 افسران تعینات ہیں۔ ان میں سے آپ اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ 19 افسران ایسے ہیں کہ جن کا عرصہ تعیناتی تین سال یا تین سال سے زیادہ ہے۔ میں نے یہ عرض کیا ہے کہ وہاں پر کچھ لوگ دس دس سال سے بیٹھے ہیں جبکہ یہ مجھے پورے صوبے کی overall پوزیشن پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ اتنی بری صورتحال کسی اور ضلع میں نہیں ہو گی کہ 24 میں سے 19 زائد المیعاد ہوں تو آپ اس صورتحال کو جو فیصل آباد میں ہے کہ وہاں پر جو آدمی جاتا ہے وہاں سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتا اس کی correction کرنے کے لئے یا اسے دوسرے اضلاع میں at power لانے کے لئے حکومت کوئی قدم اٹھانے کو تیار ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! رانا صاحب پہلی دفعہ صحیح طریقے سے ٹریک پر آئے ہیں۔ یہ بات درست ہے جو نئے افسران پبلک سروس کمیشن کے ذریعے آئے ہیں تو انشاء اللہ تعالیٰ جو دس دس سال والے آپ نے بتائے ہیں ان کو وہاں سے فوراً نکال دیا جائے گا۔

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اگر وزیر موصوف اس بات کی یقین دہانی کروا دیں کہ چلیں تین سال کو چھوڑیں ان میں سے جو افراد چھ سال سے زائد وہاں پر ایک ہی ضلع میں تعینات ہیں تو ان کو جلدی ٹرانسفر کر دیں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! راناصاحب اب دس سال کی بجائے چھ سال پر آ گئے ہیں۔

رانا ثناء اللہ خان: چلیں دس سال ہی کر لیں اگر آپ کو چھ سال کم لگتے ہیں۔

وزیر خوراک: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے راناصاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ دس سال والا کوئی بھی افسر وہاں پر نہیں رہے گا۔

جناب سپیکر: اگلا سوال نمبر 8316 ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی صاحب کا ہے۔ تشریف نہیں رکھتے question dispose of ہوا۔ Next محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ کا ہے۔

محترمہ طاہرہ منیر: on his behalf sir سوال نمبر 8413 ہے۔

صوبہ میں پنجاب ہاؤسز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*8413: محترمہ فرزانہ راجہ: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) صوبہ میں پنجاب ہاؤسز کی تعداد کیا ہے یہ کس کس شہر میں واقع ہیں نیز reservation کا معیار اور میرٹ کیا ہے اور کتنے عرصہ کے لئے وہاں ٹھہرا جا سکتا ہے؟

(ب) یکم جنوری 2003 تا 30-اپریل 2006 تک کس کس نام پر کتنے کتنے عرصہ کے لئے پنجاب ہاؤسز میں reservation کی گئی، مکمل تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ بعض ریسٹ ہاؤسز اعلیٰ شخصیات اور ان کی فیمیلیز کے لئے مستقل طور پر reserved ہیں اور انہی کے زیر استعمال ہیں اگر ہاں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خوراک:

(الف) پنجاب حکومت کے پنجاب ہاؤسز اسلام آباد، کراچی، مری اور راولپنڈی میں واقع ہیں۔ پنجاب ہاؤسز کے کمرے گریڈ 18 یا اس سے اوپر کے سرکاری افسران اور منتخب نمائندوں کے نام بک کئے جاتے ہیں۔ کمروں کا الاٹ کرنے کا طریق کار یہ ہے کہ کمرے خالی ہونے کی صورت میں کمپٹرولر آفس، وزیر اعلیٰ ہاؤس لاہور اہل افراد کے نام بک کر دیتا ہے۔

(ب) یکم جنوری 2003 سے 30 اپریل 2006 تک پنجاب ہاؤس اسلام آباد، کراچی، مری اور راولپنڈی کے کمروں کی الاٹمنٹ کی مکمل تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) کوئی ریسٹ ہاؤس اعلیٰ شخصیات اور ان کی فیملیز کے لئے مستقل طور پر بک نہیں کیا جاتا۔

جناب سپیکر: محترمہ! کوئی ضمنی سوال ہے؟

محترمہ طاہرہ منیر: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ پنجاب ہاؤس میں گریڈ 18 یا اس سے اوپر کے افسران کے لئے کمرے بک ہونے کا کیا معیار ہے یعنی کن کو یہ پہلے دیئے جاتے ہیں اور کن کو بعد میں دیئے جاتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! یہ request پر ہوتا ہے اور جو پہلے request آئی ہوتی ہے انہیں پہلے دیا جاتا ہے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

حاجی محمد اعجاز: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کسی بھی سرکاری افسر کو جو پنجاب ہاؤسز میں کمرہ الاٹ کیا جاتا ہے اس کا زیادہ سے زیادہ دورانیہ کتنا ہے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اس کا دورانیہ اس کی engagement کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر کوئی بندہ کسی میٹنگ کے لئے گیا ہے اور اس نے کوئی کمرے پر پکا قبضہ تو نہیں کر لینا ہوتا۔ وہ تو اپنی مصروفیت کے لحاظ سے جاتا ہے اور ایک دن، دو دن یا زیادہ سے زیادہ ہفتہ رہا۔ ایسے نہیں کہ وہ کمرے پر پکا ہی قبضہ کر لے ایسی صورت نہیں ہوتی۔

حاجی محمد اعجاز: اگر کوئی افسر یہ کہے کہ مجھے کمرہ ایک مہینے یا دو مہینے کے لئے چاہئے تو کیا یہ اسے کمرہ دو یا چار مہینے کے لئے الاٹ کر دیں گے۔ اگر اس کی requirement چار مہینے کی ہے تو یہ چار مہینے کے لئے دے دیں گے؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! ایسی کوئی صورتحال نہیں ہے۔

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! ضمنی سوال سے پہلے میں ایک بات یہ کروں گا کہ آپ کی طرف سے وزیر صنعت کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی گئی تھی اور ہم وہاں گئے تو ہمیں اسمبلی سیکرٹریٹ نے کہا کہ پنجاب ہاؤس اسلام آباد میں آپ کی بکنگ ہے لیکن جب میں specially وہاں پہنچا تو وہاں پر ہمارے نام کی کوئی بکنگ نہیں تھی پھر میں وہاں پر بیٹھ گیا اور میں نے ویسے ہی تفصیل پوچھی کہ یہاں کیا کیا ہے تو انہوں نے دو تین وزراء کے نام لئے کہ یہاں پر ان کے کمرے مستقل بک ہیں اور ان میں یعنی مجھے جو سب سے زیادہ یاد رہ گیا وہ مسلم لیگ (ق) کے جنرل سیکرٹری چودھری ظہیر الدین صاحب کا کمرہ۔ خصوصاً انہوں نے کہا کہ یہ تقریباً ایک سال سے ان کے نام پر بک ہے۔ میں نے کہا کہ اب میں رات کے 8/9 بجے کسی ہوٹل میں جاکر رہوں گا تو اگر کوئی گنجائش بن سکتی ہے تو بنا دیں۔ چونکہ آج یہ سوال آیا ہے تو اس کی وضاحت فرما دیں کہ کسی اعلیٰ شخصیت کو یہ مستقل طور پر بک نہیں کرتے۔

جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اگر یہ ان سے کمرہ نہیں چھڑوا سکتے تو کم از کم وہاں کے عملہ کو ہدایت کریں کہ اگر کوئی بندہ چلا جائے تو اس کو بالکل list نہ دے دیں کہ فلاں فلاں صاحب کا یہاں پر مستقل کمرہ مختص ہے کم از کم ان کو تو منع کریں؟

جناب سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک: جناب سپیکر! اس طرح کی صورتحال نہیں ہے۔ چودھری ظہیر الدین صاحب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے کمرہ پر قبضہ تو نہیں کرنا ہے۔ گزارش یہ ہے کہ ان کی ٹریولنگ زیادہ ہوتی ہے کیونکہ روڈز وغیرہ کو چیک کرنے کے لئے نکلتے ہیں اور جب بھی وہ جائیں تو انہیں کمرہ دیا جاتا ہے۔ ایسی صورت نہیں ہے کہ مستقل انہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! ایک تو چودھری صاحب نے یہ بات تسلیم کر لی کہ چودھری ظہیر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں تو دوسری میری یہ گزارش ہے کہ اگر واقعی چودھری صاحب کا ایک سال سے وہاں پر قبضہ ہے تو ان سے ہی گزارش کر دیں کہ جب ممبر جائیں تو یہ ان

کوچٹ دے دیا کریں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر خوراک: جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ کے سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ڈی سی او، آفس بہاولپور۔ عرصہ تین سال سے زائد تعینات ملازمین کی تفصیل

*4154: ملک محمد اقبال چنڑ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) D.C.O آفس بہاولپور میں کتنے افسران اور اہلکاران عرصہ تین سال سے زائد ایک ہی جگہ پر کام کر رہے ہیں۔ ان کو تبدیل نہ کرنے والے افسران کے نام اور تبدیل نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں؟

(ب) ان میں سے کتنے ملازمین کے خلاف کرپشن کے الزام میں محکمانہ انکوائری چل رہی ہے؟

(ج) کتنے ملازمین کے خلاف مختلف شکایات ہونے کی وجہ سے انکوائریاں چل رہی ہیں؟

(د) کیا حکومت اس دفتر میں تین سال سے زائد عرصہ سے تعینات ملازمین کو تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ:

(الف) کوئی آفیسر یا اہلکار تین سال سے زائد عرصہ سے ایک سیٹ پر کام نہ کر رہا ہے۔

(ب) کسی بھی آفیسر یا اہلکار کے خلاف کرپشن کے الزام میں محکمانہ انکوائری نہ ہو رہی ہے۔

(ج) کس بھی آفیسر یا ملازم کے خلاف شکایت کی بناء پر کوئی انکوائری زیر کارروائی نہ ہے۔

(د) اس سوال کا جواب جز (الف) میں دیا جا چکا ہے۔

مقابلے کے امتحان میں انٹرویو کے نمبروں کی تفصیل

*8316: ڈاکٹر محمد جاوید صدیقی: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پراونشل مینجمنٹ سروس کے امتحان 2005 میں کتنے امیدوار پبلک سروس کمیشن

پنجاب کے امتحان میں شریک ہوئے اور کتنے کامیاب ہوئے؟

(ب) کل کتنی اسامیوں کے لئے امتحان ہوا اور کتنے عرصے سے یہ اسامیاں خالی تھیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ فیڈرل سروس کمیشن کے مقابلے کے امتحان میں تحریری حصہ 1200 نمبروں کا ہے، جبکہ انٹرویو کا حصہ 300 نمبر ہیں جو کہ ایک چوتھائی بنتا ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب پبلک سروس کمیشن میں مقابلہ کے امتحان میں تحریری امتحان کا حصہ 600 نمبروں کا ہے اور انٹرویو کا حصہ 200 نمبروں کا ہے، جو ایک تہائی 1/3 ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبہ سندھ اور صوبہ سرحد میں مقابلہ کے امتحان میں زبانی انٹرویو میں معیار کامیابی 30 فیصد ہے؟

(و) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو پبلک سروس کمیشن پنجاب میں زبانی انٹرویو کے نمبر زیادہ مقرر کرنے کی وجوہات کیا ہیں، کیا پنجاب کے ذہین طلبہ کے ساتھ یہ ناانصافی ختم کی جا سکتی ہے؟

وزیراعلیٰ:

(الف) پراونشل مینجمنٹ سروس کے امتحان 2005 میں 7874 امیدوار شریک ہوئے اور 48 امیدوار انٹرویو کے لئے کامیاب قرار پائے۔

(ب) 81 اسامیوں کے لئے امتحان ہوا جن میں دو اسامیاں معذور افراد کے لئے مخصوص تھیں۔ یہ اسامیاں 2002، 2003 اور 2004 میں خالی ہوئیں۔

(ج) درست ہے تاہم ہر کمیشن اپنے حالات کے مطابق بھرتی کے لئے قواعد و ضوابط وضع کرنے کا اختیار رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ تحریری امتحانات اور انٹرویو میں کامیابی کے لئے ہر پبلک سروس کمیشن نے حاصل کردہ نمبروں کا تناسب اور معیار مختلف مقرر کر رکھا ہے۔

(د) درست ہے۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن آرڈیننس 1978 کے سیکشن 10(2) کے تحت پی پی ایس سی ریگولیشن 2000 بنائے گئے ہیں جس کے ریگولیشن 2 کے تحت بھرتی کے طریق کار اور دیگر منسلکہ معاملات کے بارے میں تفصیلی ضوابط اور پالیسی فیصلہ جات وضع کرنے کا مجاز ہے۔ Policy Decision No.15.5 کے مطابق تحریری امتحان برائے PMS، 600 نمبروں اور انٹرویو 200 نمبروں پر مشتمل ہے۔ Policy

Decision No. 15.8(b) کے تحت امیدوار کو انٹرویو میں کامیاب ہونے کے لئے کم از کم 50 فیصد نمبر حاصل کرنا ضروری ہیں۔

(ہ) درست ہے تاہم وفاقی پبلک سروس کمیشن اور دیگر تینوں صوبائی پبلک سروس کمیشن کے قوانین، قواعد اور پالیسی فیصلہ جات کا اطلاق پنجاب پبلک سروس کمیشن پر نہیں ہوتا۔ فیڈرل پبلک سروس کمیشن میں انٹرویو میں کامیابی کے لئے 33 فیصد جبکہ بلوچستان پبلک سروس کمیشن میں 50 فیصد نمبروں کا حصول ضروری ہے۔ انٹرویو میں کامیابی کے لئے 50 فیصد نمبروں کا حصول بہتر اور ذہین امیدواروں کی سلیکشن کے لئے ضروری ہے تاکہ صوبے کے بہتر نظم و نسق کے لئے اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل قابل افسران بھرتی کئے جا سکیں۔

وحدت کالونی لاہور۔ سرکاری اراضی کا قبضہ اور حکومتی اقدامات

*8487: شیخ اعجاز احمد: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وحدت کالونی لاہور میں گورنمنٹ پائلٹ گرلز ہائی سکول (نزد پرانی مارکیٹ) سے متصل تقریباً دو کنال اراضی پر عرصہ 3/4 سال سے کسی پرائیویٹ ٹھیکیدار نے "پراگریسو کمپنی" کا بورڈ لگا کر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ناجائز قبضہ سے عام لوگوں اور بالخصوص سکول کی بچیوں کو گزرتے ہوئے شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے؟

(ج) کیا یہ ناجائز قبضہ سرکاری افسران کی آشیرباد پر کیا گیا ہے؟

(د) اگر مذکورہ بالا سوالوں کے جواب اثبات میں ہیں تو کیا حکومت اس ناجائز قبضہ کو ختم کروانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائی جائے؟

وزیر اعلیٰ:

(الف) یہ بات درست نہ ہے بلکہ محکمہ بلڈنگ کا منظور شدہ ٹھیکیدار میسرز پراگریسو کمپنی نے "Z" بلاک وحدت کالونی کی تعمیر اور وحدت کالونی کے کوارٹروں کی چھتیں تبدیل کرنے کا ٹھیکہ لیا تھا۔ اس دوران مذکورہ کمپنی نے اپنا تعمیراتی سامان وغیرہ رکھنے کے لئے مذکورہ جگہ کو بطور سٹور / سائٹ آفس استعمال کیا تھا۔

(ب) درست نہ ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔

(د) مذکورہ کمپنی سے سرکاری اراضی خالی کروالی گئی ہے۔

سینئر سپیشل مجسٹریٹ ایل ڈی اے لاہور کی بے ضابطگیاں

*8504: **ملک اصغر علی قیصر**: کیا وزیر اعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سینئر سپیشل میجسٹریٹ L.D.A لاہور خالد محمود رامے اس سے قبل ڈپٹی ڈی او (آر) شیخوپورہ تعینات تھے ؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بطور ڈپٹی ڈی او (آر) شیخوپورہ تعیناتی کے دوران اس نے پٹواریوں کی بھرتی کی۔ بھرتی کی ابتدائی تحقیقات کے دوران کافی بے ضابطگیاں پائی گئیں اور ان کو suspend کر دیا گیا؟

(ج) کیا ان کے خلاف پٹواریوں کی غلط تعیناتی کی مزید تحقیقات کروائی گئیں یہ تحقیقات کن کن افسران نے کیں انہوں نے کیا انکوائری رپورٹ پیش کر دی ہے، رپورٹ کی کاپی فراہم کریں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ غلط بھرتیوں کے الزامات ہونے کے باوجود ان کو سینئر سپیشل مجسٹریٹ L.D.A لاہور تعینات کر دیا گیا ہے ؟

(و) ان کی اس جگہ تعیناتی کی وجوہات کیا ہیں اور کیا حکومت ان کو وہاں سے ٹرانسفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر اعلیٰ:

(الف) یہ درست ہے کہ مسٹر خالد محمود رامے، ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) شیخوپورہ تعینات رہے ہیں۔

(ب) مسٹر خالد محمود رامے کی بطور ڈپٹی ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) شیخوپورہ تعیناتی کے دوران پٹواریوں کی بھرتی کی گئی تھی جس کے خلاف شکایت وصول ہونے پر مسٹر منور حسین چیمہ، ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ آفیسر (ریونیو) شیخوپورہ نے ابتدائی انکوائری کی اور اپنی رپورٹ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر شیخوپورہ کو بھجوائی جنھوں نے مورخہ 02-12-22 کو اس

رپورٹ کو برائے مزید کارروائی ایس اینڈ جی اے ڈی کو بھجوادی بعد ازاں چیف سیکرٹری / مجاز اتھارٹی نے مسٹر خالد محمود رامے کو مورخہ 16-11-02 کو معطل کر کے ایس اینڈ جی اے ڈی رپورٹ کرنے کا حکم دیا۔ یہ معطلی تقریباً 9 ماہ تک جاری رہی۔

(ج) جی ہاں! چیف سیکرٹری صاحب نے مزید تحقیقات کے لئے PRSO,2000 کے تحت انکوائری جناب شمائل احمد خواجہ، ایڈیشنل سیکرٹری، محکمہ جنگلات کے سپرد کی۔ انکوائری رپورٹ کی جانچ پڑتال کے بعد مجاز اتھارٹی نے accused officer کو ایک سالانہ ترقی کی بندش اور سخت وارننگ کی سزا دی جس پر آفیسر نے appellate authority کو سزا میں کمی کی درخواست دی۔ جنہوں نے سزا میں کمی کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے سالانہ ترقی کی بندش کی سزا ختم کر دی اور سخت وارننگ کو بحال رکھا۔ نتیجتاً آرڈرز کو اس حد تک تبدیل کر دیا گیا۔ آرڈرز کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) چونکہ appellate authority نے صرف وارننگ کی سزا کو بحال رکھا تھا اس لئے اس نقطہ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسٹر خالد محمود رامے، او ایس ڈی، ایس اینڈ جی اے ڈی کو مورخہ 25-08-03 کو سینئر سپیشل مجسٹریٹ ایل ڈی اے تعینات کیا گیا۔

(ہ) مسٹر خالد محمود رامے کو ایل ڈی اے میں تعینات کرنے کی کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ حکومت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی بھی ملازم کو ضرورت کے مطابق کسی جگہ پر تعینات کر سکتی ہے، تاہم مسٹر خالد رامے کو ایل ڈی اے سے تبدیل کر کے مورخہ 29-07-06 کو سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے ماتحت DO (Passengers & freight Transit Terminal) لاہور تعینات کر دیا گیا ہے جہاں انہوں نے مورخہ 01-08-06 کو چارج سنبھال لیا ہے۔

الفلاح بلڈنگ لاہور۔ دکانوں، اپارٹمنٹس، ہالز اور کرایہ سے متعلقہ تفصیلات

*8515: سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) الفلاح بلڈنگ میں کتنی دکانیں اور اپارٹمنٹ ہیں کن کن فرموں / افراد / اداروں کو

کرایہ / لیز پر دی ہوئی ہیں ان کا ماہانہ کرایہ کتنا ہے، علیحدہ علیحدہ تفصیل دی جائے؟

(ب) اس وقت کتنے کرایہ / لیز ہولڈر سے کتنا کرایہ الفلاح بلڈنگ کی انتظامیہ نے لینا ہے، تفصیل علیحدہ علیحدہ دی جائے؟

(ج) الفلاح بلڈنگ میں "ہال" کس کو کرایہ پر کب دیا گیا ہے، اس کا ماہانہ کرایہ کتنا ہے، کرایہ دار کا نام، پتا نیز agreement کی کاپی فراہم کریں؟

(د) اس ہال کا کتنا کرایہ اس کے ٹھیکیدار سے وصول کرنا ہے اور یہ کرایہ کتنے ماہ کا ہے؟

(ہ) کیا ٹھیکیدار ماہانہ کرایہ agreement کے مطابق جمع کروا رہا ہے اگر نہیں تو اس نے کتنا بقایا کرایہ ادا کرنا ہے اور الفلاح کی انتظامیہ اس سے کرایہ کی وصولی کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے؟

(و) کیا الفلاح بلڈنگ کی انتظامیہ کسی کرایہ دار کو کرایہ معاف کر سکتی ہے اگر ہاں تو کس قاعدہ اور قانون کے تحت؟

(ز) سال 2005 سے آج تک جن کرایہ داروں کو کرایہ کی رقم معاف کی گئی ہے ان کی تفصیل اور کرایہ معاف کرنے والی اتھارٹی کا نام، عہدہ اور گریڈ بیان فرمائیں؟

وزیراعلیٰ:

(الف) صوبائی بہبود فنڈ بورڈ حکومت پنجاب بہبود فنڈ آرڈیننس 1960 کے تحت وجود میں آیا اور الفلاح بلڈنگ 1962 میں بورڈ نے تعمیر کروائی۔ الفلاح بلڈنگ میں قریباً 192 دکانیں کمرہ جات اور دفاتر وغیرہ ہیں۔ صوبائی بہبود فنڈ کے تمام اخراجات حکومت پنجاب کے ملازمین کی تنخواہوں میں سے ملنے والی بہبود فنڈ کٹوتی اور بلڈنگ کے کرایہ اور LDA پلازہ کے سالانہ منافع سے ملنے والی رقوم سے پورے کئے جاتے ہیں۔ یہ فنڈ حکومت پنجاب کے ملازمین اور ان کے اہل خانہ کی فلاح و بہبود کے لئے بہبود فنڈ قوانین کے مطابق استعمال کئے جاتے ہیں اور حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی فنڈز گرانٹ یا بجٹ فراہم نہیں کرتی نیز یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حکومت پنجاب کے ملازمین کی تمام ایسوسی ایشنوں/یونینوں کے نمائندے اس بورڈ کے مستقل ممبر ہیں اور بورڈ کے تمام آمدن و اخراجات بورڈ کی باقاعدہ منظوری کے بعد عمل میں لائے جاتے ہیں۔ دکانوں اور کمروں وغیرہ کے کرایہ داران اور کرایہ کے بارے میں تفصیل منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ

دی گئی ہے۔

(ب) الفلاح بلڈنگ کے تمام کرایہ دار ماہانہ کرایہ ایڈوانس میں جمع کرواتے ہیں، مگر اس ڈیوٹی پر مامور بلڈنگ ایڈمنسٹریشن کے (بلڈنگ اکاؤنٹنٹ اور بلڈنگ اسسٹنٹ) نے کرایہ کے کھاتہ کو پوری طرح سے مکمل نہ کیا ہے اور بورڈ انتظامیہ ان اہلکاروں کے خلاف پنجاب ریموول فرام سروس آرڈیننس 2000 کے تحت کارروائی عمل میں لائی ہے البتہ تقریباً تمام کرایہ داروں سے جون 2006 تک کا کرایہ وصول ہو چکا ہے۔ جس کی نقل منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) الفلاح بلڈنگ میں کوئی "ہال" یا کانفرنس روم نہیں ہے۔

(د) الفلاح بلڈنگ میں کوئی "ہال" یا کانفرنس روم نہیں ہے۔

(ہ) الفلاح بلڈنگ میں کوئی "ہال" یا کانفرنس روم نہیں ہے۔

(و) الفلاح بلڈنگ ایک فلاحی ادارہ ہے۔ یہ بلڈنگ حکومت پنجاب کے سرکاری ملازمین کی (BF) کی کٹوتی جو وہ اپنی ماہانہ تنخواہ سے کٹواتے ہیں سے بنائی گئی ہے۔ الفلاح بلڈنگ کی انتظامیہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی کرایہ دار کو بھی کرایہ معاف کرے اور نہ ہی ماضی میں کسی کرایہ دار کا کرایہ معاف کیا گیا ہے البتہ بہبود فنڈ بورڈ کرایہ دار کو سپیشل رعایت یا کرایہ معاف کرنے کے بارے میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

(ز) جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ الفلاح بلڈنگ انتظامیہ کا کوئی بھی فرد یا اتھارٹی کسی کو بھی کرایہ معاف کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور نہ ہی ایسا کیا گیا ہے۔ ہاں البتہ بہبود فنڈ بورڈ ایسا کرنے کا پورا اختیار رکھتا ہے۔

الفلاح تھیٹر کے ٹھیکہ کی رقم سے متعلقہ تفصیل

***8557: ملک اصغر علی قیصر:** کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ الفلاح بلڈنگ لاہور میں واقع الفلاح تھیٹر کو ٹھیکہ پر دیا گیا ہے اگر ہاں تو کب سے اور کتنے میں اور ٹھیکیدار کا نام کیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ الفلاح تھیٹر کا ٹھیکیدار، ٹھیکہ کی مقرر کردہ رقم نہیں دے رہا، اگر

ہاں تو ٹھیکیدار کے ذمہ کتنی رقم بقایا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے بقایا رقم وصول کرنے کے لئے کوئی عملی اقدامات نہیں اٹھائے، اگر ہاں تو اس کی کیا وجوہات ہیں اور اگر اٹھائے ہیں تو کیا حکومت ٹھیکہ کی رقم نہ ملنے کی صورت میں ٹھیکہ منسوخ کرنے کو تیار ہے؟

وزیر اعلیٰ:

(الف) صوبائی بہبود فنڈ بورڈ حکومت پنجاب بہبود فنڈ آرڈیننس 1960 کے تحت وجود میں آیا اور الفلاح بلڈنگ 1962 میں بورڈ نے تعمیر کروائی۔ صوبائی بہبود فنڈ کے تمام اخراجات حکومت پنجاب کے ملازمین کی تنخواہوں میں سے ملنے والی بہبود فنڈ کٹوتی اور بلڈنگ کے کرایہ اور LDA پلازہ کے سالانہ منافع سے ملنے والی رقوم سے پورے کئے جاتے ہیں۔ یہ فنڈ حکومت پنجاب کے ملازمین اور ان کے اہل خانہ کی فلاح و بہبود کے لئے بہبود فنڈ قوانین کے مطابق استعمال کئے جاتے ہیں اور حکومت پنجاب اس سلسلے میں کوئی فنڈ گرانٹ یا بجٹ فراہم نہیں کرتی۔ الفلاح بلڈنگ لاہور میں الفلاح تھیٹر بھی ہے۔ الفلاح سنیما کو ٹھیکہ پر دینے کے لئے بورڈ کی اجازت سے اخبارات میں اشتہار دیا گیا اور مورخہ 28۔دسمبر 2000 کو اوپن بڈنگ کے ذریعے مبلغ -/2,51,000 روپے ماہانہ علاوہ خرچہ بجلی وائیر کنڈیشنز وغیرہ پر میسرز فیٹ انٹر پرائزز کو ٹھیکہ دیا گیا۔

(ب) الفلاح سنیما کو مورخہ 5۔اپریل 2002 کو پنجاب حکومت کی اجازت کے بعد الفلاح تھیٹر میں بدل دیا گیا لیکن حکومت پنجاب نے تھیٹر کی اجازت مورخہ 03-06-03 کو واپس لے لی الفلاح تھیٹر کا ٹھیکیدار مقرر کردہ کرایہ جمع کروا رہا ہے مگر ٹھیکیدار نے کاروبار بند رہنے کی وجہ بتاتے ہوئے اس عرصہ کا کرایہ مبلغ -/28,14,000 روپے جمع نہ کروایا۔ اس سلسلے میں مجاز اتھارٹی نے تین ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جو اس معاملہ پر غور کر کے اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

(ج) الفلاح تھیٹر سے حکومت نے کوئی رقم وصول نہ کرنی ہے البتہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ٹھیکیدار کے ذمے مبلغ -/28,14,000 روپے صوبائی بہبود فنڈ بورڈ کے بقایا جات واجب الادا ہیں۔ بورڈ انتظامیہ نے اس سلسلے میں پہلے ہی چار نوٹسز لیگل ایڈوائزر کے مشورے سے جاری کئے ہیں بورڈ بقایا جات / ماہانہ کرایہ نہ ملنے کی صورت میں ٹھیکہ ختم

کرنے کا مجاز ہے اور یہ سارا معاملہ پوری قانونی مشاورت سے مکمل کیا جائے گا۔

سرکاری رہائش گاہوں پر قابض لاہور سے باہر ٹرانسفر ہونے والے آفیسرز سے متعلقہ تفصیل

*8716: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) گریڈ17 سے گریڈ22 تک کے کتنے ملازمین نے لاہور سے باہر تبادلے کے باوجود گزشتہ ایک سال، تین سال اور پانچ سال سے سرکاری رہائش گاہوں کو خالی نہیں کیا نیز ان سرکاری ملازمین کا تعلق کن محکموں سے ہے؟

(ب) 2001 سے 2005 تک ان سرکاری ملازمین کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

(ج) 2001 سے 2005 تک سرکاری رہائش گاہوں پر ناجائز قابض کتنے ملازمین کو محکمانہ کارروائی کے بعد سزا دی گئی۔ ان سزاؤں کی نوعیت کیا تھی اور ان سزا پانے والے ملازمین کا تعلق کس گریڈ اور محکمے سے تھا؟

وزیراعلیٰ:

(الف) گریڈ17 سے گریڈ22 تک کے 31 سرکاری ملازمین نے لاہور سے باہر تبادلہ کے باوجود گزشتہ ایک سال، تین سال اور پانچ سال سے سرکاری رہائش گاہیں نہیں چھوڑیں جس کی تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تتمہ (الف) پر مذکورہ وفاقی حکومت کے ملازمین لاہور سے باہر تبادلہ کی صورت میں حکومت پاکستان کی پالیسی کے تحت اس وقت تک سرکاری رہائش گاہ رکھنے کے مجاز ہیں جب تک انہیں اپنے استحقاق کے مطابق اپنی تعیناتی کی جگہ پر سرکاری رہائش گاہ مل جائے۔ تتمہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح صوبائی ملازمین کو حکومت پنجاب کی الاٹمنٹ پالیسی تتمہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے، کے تحت یا مجاز اتھارٹی کی اجازت سے سرکاری رہائش گاہ رکھے ہوئے ہیں کچھ ایسے ملازمین ہیں جنہیں پالیسی کے مطابق منظور شدہ اجازت ختم ہونے پر مکان خالی کرنے کے نوٹسز جاری کئے گئے مگر انہوں نے عدالتوں سے حکم امتناعی حاصل کر لئے ہیں۔

(ج) حکومت پنجاب کی الاٹمنٹ پالیسی کے مطابق ناجائز طور پر قابض رہائشیوں سے جبراً گھر

خالی کروالئے جاتے ہیں اور غیر قانونی مدت کا جرمانہ تنخواہ کا60 فیصد وصول کیا جاتا ہے مگر مذکورہ بالا صورت میں مزید کارروائی عدالتوں کے فیصلے آنے پر ان کی روشنی میں کی جائے گی۔

لاہور۔ گریڈ وائز سرکاری رہائشوں کی تعداد اور الاٹیوں کی تفصیل

*8717: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) اس وقت لاہور میں گریڈ1 سے گریڈ22 تک کے لئے کتنی سرکاری رہائش گاہیں ہیں؟

(ب) لاہور میں گریڈ ایک سے گریڈ22 تک کی سرکاری رہائش گاہوں میں الاٹمنٹ لینے والے ملازمین کا تعلق کن کن محکموں سے ہے ہر محکمے کے الاٹی ملازمین کی علیحدہ علیحدہ تعداد کتنی ہے؟

(ج) سرکاری رہائش گاہوں میں الاٹمنٹ کے لئے محکمہ صحت اور محکمہ تعلیم کا کوٹا کتنا ہے؟

وزیراعلیٰ:

(الف) اس وقت گریڈ ایک سے بائیس تک کے لئے لاہور میں 3644 رہائش گاہیں ایس اینڈ جی اے ڈی کے پول میں ہیں۔

(ب) موجودہ الاٹمنٹ پالیسی کے اجراء سے پہلے حکومت پنجاب کے تمام محکموں کے لاہور میں تعینات ملازمین کو 59 سرکاری رہائش گاہیں S&GAD کے پول سے الاٹ ہوئی تھیں تاہم 1997 سے نئی الاٹمنٹ پالیسی کے تحت صرف پنجاب سول سیکرٹریٹ، لاہور ہائی کورٹ اور پنجاب اسمبلی کے ملازمین کو سرکاری رہائش گاہیں الاٹ ہوتی ہیں، محکمہ وار تفصیل تتمہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) موجودہ الاٹمنٹ پالیسی میں محکمہ صحت اور محکمہ تعلیم سمیت کسی محکمے کا کوئی کوٹا مختص نہیں ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

صوبہ میں تعینات سیکرٹریز وایڈیشنل سیکرٹریز کی تعداد و تفصیل

1444: چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیراعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) صوبہ میں اس وقت کتنے افسران بطور سیکرٹری حکومت پنجاب کام کر رہے ہیں ان

سیکرٹریز میں سے کتنے صوبائی سروس کے اور کتنے وفاقی سروس کے ہیں ان کے محکمہ جات مع نام تعیناتی کی تاریخ و مدت سے اور گریڈ سے آگاہ فرمائیں، ان سیکرٹریز کو کیا کیا مراعات حاصل ہیں؟

(ب) صوبہ میں اس وقت کتنے افسران بطور ایڈیشنل سیکرٹریز حکومت پنجاب میں کام کر رہے ہیں، ان کے نام و محکمہ جات اور تعیناتی کی تاریخ و مدت سے آگاہ فرمائیں۔ ان میں سے کتنے صوبائی سروس اور کتنے وفاقی سروس سے تعلق رکھتے ہیں؟

(ج) سیکرٹری یا ایڈیشنل سیکرٹری کے لئے کیا صوبائی سروس کا کوئی کوٹا مقرر ہے، اگر ہے تو کیا ہے؟

وزیر اعلیٰ:

(الف) صوبہ پنجاب میں اس وقت کل 47 افسران بطور سیکرٹری اور سپیشل سیکرٹری کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے 07۔افسران صوبائی سروس کے اور 40 افسران وفاقی سروس کے ہیں جبکہ سیکرٹری، سپیشل سیکرٹری کی 01 اسامی فی الحال خالی ہے۔ ان کے محکمہ جات، نام، تعیناتی کی تاریخ و مدت کی تفصیل پرچہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ان سیکرٹری صاحبان کو جو مراعات حاصل ہیں ان کی تفصیل فنانس ڈیپارٹمنٹ کے لیٹر نمبر FD.PF2-1/2005 مورخہ 16-07-05 پرچہ (ب) پر موجود ہے جو کہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے۔

(ب) صوبہ پنجاب میں اس وقت کل 58 افسران بطور ایڈیشنل سیکرٹریز کام کر رہے ہیں ان کے نام و محکمہ جات اور تعیناتی کی تاریخ و مدت کی تفصیل پرچہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔ ان میں سے 29 افسران صوبائی سروس اور 29 افسران وفاقی سروس سے تعلق رکھتے ہیں۔

(ج) سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کی اسامیاں گریڈ 20 اور 19 کی دوسری اسامیاں وفاقی اور صوبائی افسران کی ترقی کے لئے اکٹھی شمار کی جاتی ہیں لیکن سیکرٹری اور ایڈیشنل سیکرٹری کی اسامیوں پر تعینات کے لئے صوبائی سروس کا کوئی کوٹا مقرر نہ ہے۔ ان اسامیوں پر تعیناتی کے لئے متعلقہ افسر کا تجربہ، تعلیمی قابلیت اور ذہانت دیکھی جاتی ہے۔

جم خانہ لاہور میں اہل نوجوانوں کو کمپیوٹر آپریٹر

بھرتی نہ کرنے کی وجوہات

518: محترمہ انجم سلطانہ: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور جم خانہ شاہراہ قائداعظم میں کمپیوٹر آپریٹر کی بھرتی کے لئے درخواستیں طلب کی گئیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ میرٹ پر پورا اترنے والے نوجوانوں محمد بلال لطیف اور محمد ابرار لطیف ولد محمد لطیف حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ کو بھرتی نہیں کیا گیا ہے۔ وجوہات بیان کی جائیں کب تک تعیناتی آرڈر دیئے جائیں گے؟

وزیراعلیٰ:

(الف،ب) جم خانہ کلب لاہور کمپنی ایکٹ 1860 کے تحت رجسٹرڈ ہے اور یہ مکمل طور پر ایک نجی ادارہ ہے لہذا قانونی طور پر یہ کلب کسی بھی حکومتی ادارے کو جواب دہ نہ ہے۔

ڈائریکٹوریٹ جنرل پروٹوکول میں نوجوان کی بحیثیت جونیئر کلرک تعیناتی کا مسئلہ

533: محترمہ انجم سلطانہ: کیاوزیراعلیٰ ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈپٹی ڈائریکٹر (پروٹوکول) ڈائریکٹوریٹ جنرل پروٹوکول حکومت پنجاب (ایس اینڈ جی اے ڈی) 25 زمان پارک لاہور آفس میں جونیئر کلرک کی تعیناتی کے لئے درخواستیں طلب کی گئیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ میرٹ پر پورا اترنے والے نوجوان محمد بلال لطیف ولد محمد لطیف حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ کو تعینات نہیں کیا گیا ہے، وجوہات بیان کی جائیں، کب تک تعیناتی آرڈر دیئے جائیں گے؟

وزیراعلیٰ:

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مذکورہ امیدوار کو تعینات نہیں کیا گیا۔

مذکورہ امیدوار کو ٹیسٹ اور انٹرویو کے لئے کال لیٹر جاری کیا گیا، تاہم ٹیسٹ اور انٹرویو میں غیر حاضری کی بناء پر اس کا انتخاب نہ ہو سکا۔

مذکورہ اسامی پر میرٹ پر پورا اترنے والے امیدوار کو منتخب کیا جا چکا ہے اسی لئے محمد بلال لطیف کے تعیناتی آرڈر جاری کرنا ممکن نہیں۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار take up کرتے ہیں۔ پہلی تحریک التوائے کار 268 سید احسان اللہ وقاص صاحب کی ہے جو کہ move ہو چکی ہے اور یہ آج کے لئے pending تھی۔ جی، وزیر صحت! تشریف فرما نہیں ہیں اور پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ بھی تشریف نہیں رکھتیں تو پھر شاہ صاحب! اسے pending کر لیں۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! یہ تین ماہ سے pending چلی آ رہی ہے۔ تحریک التوائے کار کا تو مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے کہ تین تین ماہ تک اگر اس کا جواب ہی نہیں آنا۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! جن وزراء کی Adjournment Motions یا Privilege Motions وغیرہ ہوتی ہیں تو پلیز ان وزراء کی حاضری یقینی بنائیں۔ شاہ صاحب! اس کو Friday تک pending کر لیتے ہیں۔ Next تحریک التوائے کار نمبر 717 ہے جو محترمہ کنول نسیم صاحبہ کی ہے۔ جی، محترمہ!

جیل روڈ لاہور کی سروس روڈ پر کار ڈیلرز کا قبضہ

محترمہ کنول نسیم: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے جیل روڈ لاہور از مزنگ چونگی سے آخر تک سڑک کے دونوں اطراف سروس روڈ بنائی ہوئی ہے تاکہ سروس روڈ پر عوام پیدل سفر کر سکیں اور موٹر سائیکل اور بوقت ضرورت گاڑیاں وغیرہ ادھر سے بھی گزر سکیں۔ مگر اس وقت مزنگ چونگی سے لے کر پاکستان اخبار تک سڑک کے دونوں اطراف سروس روڈ پر اس علاقے کے کار ڈیلر حضرات نے اپنے اپنے شوروم

کے آگے گاڑیاں برائے فروخت پارک کر رکھی ہیں جس کی وجہ سے ان سروس روڈ پر گاڑیوں کا گزرنا تو درکنار پیدل چلنا اور موٹر سائیکل حضرات کا بھی وہاں سے گزرنا مشکل ہے کیونکہ اس سڑک کے دونوں اطراف گنجان آباد رہائشی کالونیاں ہیں۔ان لوگوں کی ایمرجنسی کی صورت میں اس علاقہ سے نکلنے کے لئے کوئی گاڑی نہیں گزر سکتی ہے۔اس کے علاوہ اس علاقہ کے لوگ اپنے بچوں کو سکول وغیرہ چھوڑنے کے لئے گھنٹوں وہاں انتظار میں کھڑے رہتے ہیں۔کبھی بھی متعلقہ ٹی ایم اے یا سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے کسی آفیسر نے اس علاقہ کا وزٹ کیا ہے اور نہ ہی ان غیر قانونی پارک کردہ گاڑیوں کو وہاں سے اٹھایا گیا ہے یا اس کے ذمہ دار شوروم کے مالک کے خلاف کوئی قانونی اور محکمانہ کارروائی یا جرمانہ کیا گیا ہے کیونکہ یہ تمام متعلقہ افسران ان شوروم مالکان سے اندرون خانہ ملے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے جبکہ یہ ایک اہم شاہراہ ہے جہاں سے ہزاروں کی تعداد میں گاڑیاں روزانہ گزرتی ہیں اور لوگ پیدل سفر کرتے ہیں۔ان کی مشکلات کو حل کرنے کے لئے کوئی بھی اقدامات نہیں اٹھائے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر لوکل گورنمنٹ!

وزیر مقامی حکومت و دیہی ترقی: جناب سپیکر! اس کا جواب مجھے موصول ہو چکا ہے لیکن دو باتوں کا محترمہ نے particularly جواب مانگا تھا۔ ایک یہ کہ جن لوگوں کے خلاف اس وقت تک کارروائی کی گئی ہے اور کتنا جرمانہ ہوا ہے تو وہ تفصیل انہوں نے دی تھی اور میں نے وہ مانگی ہے تو آپ کل تک pending فرمالیں تو وہ تفصیل بھی آجائے گی ویسے اس کا جنرل جواب ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے آیا ہے اور specifically انہوں نے جرمانے سے متعلق پوچھا تھا تو میں نے query لگا کر بھیجا ہے تو آپ اسے کل تک pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔ محترمہ! اسے کل تک pending کر لیتے ہیں۔Motion کل تک pending کی جاتی ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار 718 ملک اصغر علی قیصر صاحب کی ہے۔ جی، ملک صاحب تحریک move کریں۔

ٹی پی او فیصل ٹاؤن (فیصل آباد) کی جانب سے تاجر برادری سے

زبردستی وصول کئے گئے کروڑوں روپے کے چندے سے خریدی گئی پولیس موٹر سائیکلوں کا غلط استعمال

ملک اصغر علی قیصر: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ فیصل آباد شہر میں تعینات پولیس کے ملازمین میں موٹر سائیکلیں تقسیم کی گئی ہیں تاکہ اس شہر میں امن عامہ کی صورتحال کو کنٹرول کیا جاسکے۔ یہ موٹر سائیکلیں اس شہر کی تاجر برادری سے چندہ اکٹھا کر کے خرید کی گئی ہیں۔ یہ چندہ اکٹھا کرنے میں سب سے پیش پیش اقبال ٹاؤن فیصل آباد کا TPO ہے جس نے تاجر برادری سے چندہ ان کو ڈرا دھمکا کر اکٹھا کیا ہے اور یہ موٹر سائیکلیں خرید کی گئی ہیں جبکہ ان سرکاری ملازمین نے چندہ بھی کروڑوں روپے کا اکٹھا کیا ہے مگر جو موٹر سائیکلیں خرید کی گئی ہیں وہ چند کروڑ روپے کی مالیتی ہے جبکہ باقاعدہ چندہ جو اکٹھا کیا گیا تھا اس کا حساب کتاب بھی نہ رکھا گیا ہے بلکہ 70 فیصد سے زیادہ جمع شدہ چندہ کی رقم خورد برد کر لی گئی ہے اور باقی رقم سے جو موٹر سائیکلیں خرید کر پولیس ملازمین کو دی گئی ہیں۔ وہ سرکاری ملازمین امن عامہ قائم کرنے کی بجائے ان موٹر سائیکلوں کا ناجائز استعمال کر رہے ہیں بلکہ اکثر موٹر سائیکلیں وارداتوں میں استعمال ہو رہی ہیں۔ اس طرح یہ سرکاری ملازم اس شہر کی نہ صرف تاجر برادری بلکہ پورے شہر کے باسیوں کے لئے درد سر بن چکے ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میرے معزز دوست کی تحریک التوائے کار بالکل حقائق کے برعکس ہے اور مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی کہ انہوں نے کس بنیاد پر یہ تحریک التوائے کار پیش کی ہے۔ اس سے پہلے ان کی ایک تحریک استحقاق بھی تھی جو concerned officer کے خلاف تھی اور میری دانست میں یہ انہوں نے تھوڑا سا personal ٹچ دے کر پیش کی ہے کیونکہ تاجر برادری کی طرف سے اس وقت تک کوئی شکایت کسی بھی کوارٹر کو، کسی پولیٹیکل کوارٹر کو اور نہ ہی ایڈمنسٹریٹر کوارٹر کو موصول ہوئی کہ ان سے زبردستی چندہ لیا گیا ہے بلکہ گورنمنٹ نے تاجر برادری کے اس اقدام کو جو

انہوں نے 120 voluntarily موٹر سائیکلیں دی ہیں ان کو ہم نے appreciate کیا ہے ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا ہے اور وہ تاجر برادری جس کا گورنمنٹ شکریہ ادا کر رہی ہے کہ انہوں نے ایک voluntarily اقدام کیا ہے ان کے اس سارے اقدام کو میرے معزز دوست مشکوک بنا رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ نہ صرف ایک پولیس افسر جو وہاں پر تعینات ہے اس کی کارکردگی کو زیر بحث لایا جا رہا ہے اور اس کو مشکوک قرار دیا جا رہا ہے بلکہ تاجر برادری کا وہ جذبہ جس جذبے کے تحت انہوں نے حکومت اور پولیس کی معاونت کی ہے اس کو بھی مشکوک بنایا جا رہا ہے اس لئے میں ان سے استدعا کروں گا کہ یہ ایک اچھا کام ہو رہا ہے تاجر برادری voluntarily ہماری محافظ فورس کو resources فراہم کر رہی ہے۔ ہم بجائے ایک اچھے کام کی حوصلہ افزائی کریں اس کو اس طرح سے مشکوک کرنا کسی طور پر مناسب نہیں ہے۔ میں ان سے استدعا کروں گا کہ وہ اپنی تحریک التوائے کار کو press نہ فرمائیں کیونکہ یہ حقائق پر مبنی نہیں ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: قیصر صاحب! لاء منسٹر صاحب کی بات ٹھیک ہے۔

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس بات پر اعتراض نہیں ہے کہ جو لوگ voluntarily ویلفیئر کے کاموں کے لئے donate کرتے ہیں لیکن میرے حلقے کے اندر ٹیکسٹائل مشینری کی ایک دارالاحسان مارکیٹ ہے وہاں سے لوگوں نے مجھے affidavit دیئے ہیں کہ فلاں فلاں بندے سے ایس ایچ او اتنے اتنے پیسے لے کر گیا ہے آپ اس کو چیک کریں کہ واقعی اتنے پیسوں کی موٹر سائیکلیں آئی ہیں؟

جناب سپیکر! مجھے پتا ہے کہ موٹر سائیکلیں تو ایک ایک تھانے کو پانچ پانچ دی ہیں لیکن اس کی مد میں جو پیسا اکٹھا کیا گیا ہے ان میں ایس ایچ اوز involve ہیں کیا کسی اعلیٰ افسر نے ان کو پوچھنے کی یہ جسارت کی ہے کہ تم نے کتنے پیسے اکٹھے کئے اور کتنے کی موٹر سائیکلیں تم آگے دے رہے ہو؟ تو یہ حقائق پر مبنی ہے۔

جناب سپیکر: ایس ایچ او کا نام کیا ہے؟

ملک اصغر علی قیصر: جناب سپیکر! اس میں ایس ایچ او بٹالہ کالونی آتا ہے، ایس ایچ او ڈی ٹائپ کالونی آتا ہے۔

جناب سپیکر: چلو چیک کروا لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! یہ affidavit مجھے آج ہی دے دیں میں آج ہی چیک کروالیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے اس کو چیک کروالیں۔ چونکہ محرک اس کو مزید press نہیں کرنا چاہ رہے ہیں لہذا motion dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک محترمہ فرزانہ راجہ کی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! محترمہ کنول نسیم کی بھی تحریک التوائے کار اسی موضوع پر تھی جو کل dispose of کی جاچکی ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! ایک issue تو ہے اگر مجھے پڑھنے کی اجازت دے دیں۔۔۔

جناب سپیکر: یہ matter کل discuss ہو چکا ہے اب بار بار اسی matter کو discuss تو نہیں کیا جاسکتا۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! یہ پہلے کب discuss ہوا ہے؟ جو discuss ہوا ہے وہ ایک different issue تھا۔ I was also here in the House

جناب سپیکر: محترمہ! یہ تحریک التوائے کار محترمہ کنول نسیم کی طرف سے تھی اس کا نمبر 716 تھا وہ بالکل اسی سے ملتی جلتی تھی۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! اس کا کیا ہوا کیا اس کو dispose of کر دیا؟

جناب سپیکر: جی ہاں۔ وہ dispose of ہو گئی تھی۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! یہ same topic پر تو نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: یہ دوبارہ نہیں ہو سکتی۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! یہ اسی بلڈنگ کے گرنے کے بارے میں تھی یا یہ جنرل لاہور میں جتنی بلڈنگز گر رہی ہیں خستہ حالت میں موجود ہیں اس بارے میں تھی؟

جناب سپیکر: وہ اسی matter کے بارے میں تھی۔

محترمہ فرزانہ راجہ: اچھا وہ اسی matter کے بارے میں تھی، ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 723 حاجی محمد اعجاز، ملک اصغر علی قیصر، رانا

آفتاب احمد خان صاحب کی طرف سے ہے۔ جی، حاجی صاحب!

بستی سیدن شاہ لاہور کے رہائشی ریاست علی کی پتنگ کی ڈور پھرنے سے ہلاکت

حاجی محمد اعجاز: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 28-اگست 2006 کی ایک موقر اخبار کے مطابق بستی سیدن شاہ لاہور کا رہائشی ریاست علی اپنے بیوی کے ہمراہ دوائی لینے کے لئے نکلا اور ہمدرد چوک ٹاؤن شپ کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک اس کے گلے میں ڈور پھری جس سے خون کا فوارہ نکل پڑا۔ اس کی بیوی مدد کے لئے چیخنی چلاتی رہی مگر اس نے چند ہی لمحوں میں خون زیادہ بہہ جانے کے باعث دم توڑ دیا۔ سپریم کورٹ کی سخت پابندی کے باوجود لاہور جیسے شہر میں 20۔ دن میں یہ دوسرا بڑا واقعہ ڈور پھرنے سے ہلاکت کا ہے۔ جبکہ متعلقہ تھانہ ابھی تک ملزمان کا سراغ لگانے میں ناکام ہے۔ جب ایمبولینس متوفی کے علاقے میں پہنچی تو سارا علاقہ انتظامیہ کے خلاف سراپا احتجاج بن گیا اور حکومت کے خلاف پابندی پر عملدرآمد میں ناکامی پر زبردست احتجاج کرتا رہا۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس کا جواب موصول نہیں ہوا اس کو کل تک pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: ابھی جواب موصول نہیں ہوا یہ موشن کل تک کے لئے pending کی جاتی ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ۔ فرمائیں!

محترمہ فرزانہ راجہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! جب ہم بزنس جمع کرواتے ہیں تو میری information کے مطابق تو یہ ہے کہ دو مختلف ممبرز کے بزنس پر ایک جیسے issues کو accept نہیں کیا جا سکتا تو میری تحریک التوائے کار کو کیسے accept کیا گیا حالانکہ same issue دو مختلف ممبرز نے کئے ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ!clerical mistakeہو جاتی ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر!میں آپ کے نوٹس میں ایک اور چیز بھی لانا چاہتی ہوں کہ ہمارے پاس فائلز بھری ہوئی ہیں جو بزنس واپس کر دیا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ اہمیت کا حامل نہ ہے یہ مسئلہ فلاں رول کے مطابقacceptنہیں کیا جا سکتا اور وہ رولز بھی اس کے اوپر لاگو نہیں ہوتے تو اتنا بزنسrejectکیا جاتا ہے اور جو تھوڑا ساacceptکیا جاتا ہے اس میں بھیdoublingکر لی جاتی ہے تو یہ ایکclerical mistakeنہیں ہے مجھے تو لگتا ہے یہ جان بوجھ کر کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں جان بوجھ کر نہیں کیا جاتا اسمبلی سیکرٹریٹ کو جان بوجھ کر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ آپ نے بھی تحریک جمع کروائی اور محترمہ کنول نسیم صاحبہ نے بھی جمع کروائی اور سیکرٹریٹ نے یہ سمجھ کر کہ فرض کرو کہ کنول نسیم صاحبہ اگر اس وقت نہ ہوتی جب اس تحریک کی باری آئی تھی تو پھر آپ کو موقع دیا جاتا۔اس لئے سیکرٹریٹ نے دونوں کی تحریکacceptکر لی۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر!یہ تو کوئی طریق کار نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔یہ تحریک نمبر 726 شیخ اعجاز صاحب کی طرف سے ہے۔

فیصل آباد فیکٹری ایریا کے علاقہ غریب آباد میں اوباش نوجوان کی کمسن بچی سے زیادتی

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ اخبار ڈیلی بزنس رپورٹ فیصل آباد مورخہ 29۔اگست 2006 کی ایک خبر کے مطابق فیصل آباد کے تھانہ فیکٹری ایریا کے علاقے غریب آباد میں اوباش نے 6 سالہ معصوم لڑکی کو درندگی کا نشانہ بنا ڈالا۔ تفصیلات کے مطابق غریب آباد کے رہائشی نیاز احمد کی 6 سالہ معصوم بیٹی مقدس گزشتہ شام اپنے گھر کے باہر کھیل رہی تھی کہ اوباش نوجوان ضمیر شاہ اسے ورغلا کر اپنے ساتھ ایک ویران مکان میں لے گیا جہاں پر ملزم نے معصوم بچی کو زبردستی زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا اور بچی کو خون میں لت پت چھوڑ کر بھاگ گیا۔اس واقعہ کی اطلاع ملتے ہی علاقے کے لوگ اکٹھے ہو گئے اور احتجاج شروع کر دیا۔وقوعہ کے خلاف غریب آباد کے مکینوں میں بالخصوص اور فیصل آباد کے شہریوں میں بالعموم غم وغصہ کی شدید لہر پائی جاتی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر

اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری گزارش ہے کہ یہ خبر بالکل درست ہے اور اس سلسلے میں جو تحریری رپورٹ متعلقہ ڈی پی او کی طرف سے آئی ہے اس کے مطابق اس کے مختصر حالات اس طرح ہیں کہ نیاز احمد نے مقامی پولیس کو اطلاع دی اور اس درخواست میں جن واقعات کا معرزر کن نے ذکر کیا وہی تحریر ہے کہ بچی کے ساتھ زیادتی کی گئی اور اس پر مقامی پولیس نے مقدمہ درج کیا، تفتیش عمل میں لائی گئی اور ملزم ضمیر الحق کو گرفتار کیا گیا اور گرفتار ہونے کے بعد تفتیش کی گئی اور وہ گنہگار ثابت ہوا اور مورخہ 06-09-01 کو اس کو جوڈیشل بھجوایا گیا اور 2006-9-12 اس مقدمہ کا چالان بھی عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ جب اس مقدمہ کی سماعت شروع ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی مؤثر پیروی کر کے متعلقہ ملزم کو قانون کے مطابق سزا دلوائی جائے گی۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ ٹھیک ہے۔ شیخ صاحب! بڑی تفصیل کے ساتھ جواب آ گیا ملزم کا چالان بھی ہو گیا ہے۔۔۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب نے یہ بڑا تفصیل سے جواب دیا ہے اور اب تو وہ سارا جو legal procedure ہے وہ adopt کیا جائے گا۔ میری استدعا یہ ہے کہ یہ مسئلہ اسمبلی میں discuss کرنے کا مقصد صرف یہی تھا کہ ایک تو یہ expedite ہو جائے اور جو متاثرہ خاندان ہے اس کو انصاف ملے لیکن یہ واقعات جو ہیں یہ آئے روز ہو رہے ہیں۔ گوجرہ میں آپ کو پتا ہو گا کہ جو پچھلے سال معاملات ہوئے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، وہ expedite تو ہو گیا ہے۔ ملزم پکڑے بھی گئے ہیں۔ چالان بھی ہو گئے ہیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! گورنمنٹ کو چاہئے کہ جو لاء اینڈ آرڈر کی بگڑتی ہوئی صورتحال ہے اس پر بھرپور ایکشن لے۔

جناب سپیکر: جی، گورنمنٹ بڑی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔ محرک چونکہ مزید اس کو press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا motion dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 730 حاجی محمد اعجاز، لالہ شکیل الرحمٰن، رانا آفتاب احمد خان، ملک اصغر علی قیصر، سید حسن مرتضٰی، چودھری زاہد

پرویز کی طرف سے ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ پیش کریں گے؟

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! ابھی تحریک التوائے کار نمبر 727 رہتی ہے۔ وہ بھی میری تحریک ہے۔ وہ بھی ذرا چیک کر لیں۔

جناب سپیکر: sorry، تحریک التوائے کار نمبر 727، شیخ اعجاز احمد صاحب!

فیصل آباد میں ستیانہ کے چک نمبر 39 (گ،ب) کی رہائشی لڑکی سے اوباش نوجوانوں کی زیادتی

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں نے ابھی اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے آپ سے گزارش کی تھی اور آپ نے کہا تھا کہ گورنمنٹ بڑی سنجیدگی سے غور کر رہی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ غور کرنے سے آگے ایک step ہونا چاہئے جو لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال ہے۔ ابھی یہ تحریک التوائے کار نمبر 727 میں دیکھیں۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اخبار ڈیلی بزنس رپورٹ فیصل آباد مورخہ 28۔اگست 2006 کی ایک خبر کے مطابق فیصل آباد میں ستیانہ کے چک نمبر 39۔(گ،ب) جونیجو بستی کی رہائشی خاتون خان بی بی کے گھر رات کے ساڑھے تین بجے پانچ اوباش نوجوان راشد، نعیم، غفار عرف گھیرو، سہیل اور باؤ دیوار پھلانگ کر داخل ہوئے اور اس کی 14 سالہ گونگی لڑکی کو اٹھا کر چھت پہلے جا کر اس سے گینگ ریپ کیا جبکہ ملزمان کے خلاف مقامی پولیس کارروائی کرنے سے گریزاں ہے اور ملزمان علاقے میں سرعام دندناتے پھر رہے ہیں۔ 14 سالہ گونگی لڑکی سے گینگ ریپ کرنے اور ملزمان کے خلاف پولیس کی طرف سے کارروائی نہ کرنے پر ستیانہ کے چک نمبر 39۔(گ،ب) کے مکینوں میں بالخصوص اور پورے فیصل آباد کے عوام میں بالعموم اس واقعہ کے خلاف شدید غم وغصہ اور اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! واقعہ کی حد تک یہ تحریک التوائے کار درست ہے۔ یہ وقوعہ ہوا۔ اس پر جو یہ کہا گیا ہے کہ مقامی پولیس نے کارروائی نہیں کی اور عوام میں شدید غم وغصہ پایا جاتا ہے یہ درست نہیں ہے بلکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ پولیس کو جب درخواست موصول ہوئی تو اس نے مقدمہ نمبر 732 مورخہ 06-08-12 جرم دست حدود زنا تھانہ ستیانہ درج ہوا اور درج ہونے کے بعد مقدمہ کی تفتیش منیر احمد انسپکٹر انچارج انوسٹی گیشن نے عمل میں لائی اور دوران تفتیش ملزمان نعیم، عبدالغفار اور راشد کو گرفتار کر کے حوالات بھجوایا جا چکا ہے تو اس لئے پولیس نے مقدمہ بھی درج کیا، کارروائی بھی کی اور انشاء اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کا چالان مکمل کر کے عدالت میں جلد بھجوا دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میں اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب نے ابھی اپنے جواب میں فرمایا ہے کہ اس حد تک تو ٹھیک ہے کہ یہ واقعہ ہوا ہے لیکن اس حد تک ٹھیک نہیں ہے کہ پولیس کارروائی نہیں کر رہی اور علاقہ میں غم وغصہ نہیں پایا جا رہا۔ یہ روایتی جملے اور جواب جو ہیں، کم از کم ایسی جو sensitive تحاریک التوائے کار ہیں ان کے جواب میں نہیں آنے چاہئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ یکے بعد دیگرے وہ واقعات ہیں جو اخبارات میں رپورٹ ہو جاتے ہیں یا علاقے کے لوگ بتا دیتے ہیں تو یہاں پر پتا چل جاتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! میری بات سنیں۔ پولیس کی کارروائی کیا ہوتی ہے، ایف آئی آر اندراج کرنا، ملزموں کو پکڑنا، تفتیش کرنا اور پولیس نے یہ سارا process کیا ہے، بڑی detail کے ساتھ لاء منسٹر صاحب نے فرمایا ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! پولیس کی کارروائی صرف یہ نہیں ہے۔ ویسے تو ہم حادثات کی منتظر قوم ہیں۔ جب سیلاب آنا ہوتا ہے تو ہم نے پہلے کبھی security measures adopt نہیں کئے، جب آ جاتا ہے تو پھر ہم لکشمی چوک میں سیلاب زدگان کے لئے کیمپ لگا لیتے ہیں۔ کیا یہ پولیس کی ذمہ داری میں شامل نہیں ہے کہ ایسے واقعات کو ہونے سے پہلے ان کا تدارک کریں۔ علاقہ ایس ایچ او جو ہے، جب آپ میری عمر میں ہوا کرتے تھے، نوجوانی کے عالم میں ہوا کرتے تھے تو اس وقت لاء اینڈ آرڈر کی پوزیشن یہ تھی کہ علاقہ ایس ایچ او کو پتا ہوتا تھا کہ یہاں پر یہ لوگ جواء

کروانے والے ہیں، یہ لوگ اوباش ہیں، یہ فارغ پھرتے ہیں، اب جو علاقہ ایس ایچ او ہیں ان کو کیا problem ہے۔ ان کی ذمہ داری ہے، اتنی مراعات آپ نے دی ہیں اور کروڑوں روپے کی نائٹ ویژن گوگلز دے دی ہیں کہ رات کو وہ ملزموں کو دے دیا کریں گے، دن دیہاڑے جو حوا کی بیٹی کو اٹھا کر اس کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے اور قانون جو ہے وہ خاموش تماشائی بنا پڑا ہے۔

جناب سپیکر: اس کے ساتھ انشاء اللہ انصاف ہو گا۔ جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! معزز رکن کے یہ جتنے الفاظ ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت انتہائی irrelevant نہیں، ملزم گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ محرک نے یہ فرمایا تھا کہ پولیس کی کارروائی نہ کرنے کے باعث علاقے میں غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ پولیس نے تو کارروائی کر دی ہے تو پھر پولیس کا اس میں قصور کیا ہے؟ علاقے میں واقعہ پر غم و غصہ ہو سکتا ہے لیکن پولیس کی کارروائی نہ کرنے پر غم و غصہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ پولیس کارروائی کر چکی ہے اس لئے آپ کی اطلاع درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب! تشریف رکھیں۔

شیخ اعجاز احمد: جناب سپیکر! میری صرف یہ گزارش ہے کہ لاء منسٹر صاحب سی ایم صاحب کو کہہ کر district wise میٹنگ call کریں۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! میٹنگ تو ہوتی رہتی ہے۔

شیخ اعجاز احمد: لاء اینڈ آرڈر کی جو صورتحال ہے وہ اتنی بگڑ چکی ہے کہ کوئی پوچھنے والا نہیں اور مجرم علاقوں میں دندناتے پھرتے ہیں اور بار بار ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ محرک چونکہ مزید اس کو press نہیں کرنا چاہ رہے لہذا Motion dispose of ہوئی۔

سید مجاہد علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! میں نے بھی ایک تحریک التوائے کار جمع کروائی ہوئی ہے جو کہ بہت ہی urgent matter ہے۔ میری گزارش ہے کہ out of turn مہربانی کریں۔ میں کافی عرصہ سے try کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی تحریک کا نمبر کیا ہے؟

سید مجاہد علی شاہ: تحریک التوائے کار نمبر 814

جناب سپیکر: جی، پیش کریں۔

تحصیل جلالپور پیر والا کے مختلف لوگوں کو چیف انجینئر ملتان کی جانب سے غیر قانونی اضافی پانی کی فراہمی

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ چک نمبر 78/M بہشتی نہر تحصیل جلال پور پیر والہ، ملتان میں چیف انجینئر ملتان زون پابندی کے باوجود غیر قانونی طور پر مختلف لوگوں کو اضافی پانی دینے کے احکامات جاری کر رہے ہیں جبکہ وہاں پر کاشتکاروں کو پانی پہلے ہی پورا نہیں مل رہا ہے۔ ان غیر قانونی احکامات کی وجہ سے وہاں کے کاشتکاروں کا معاشی قتل ہو رہا ہے کیونکہ زیر زمین پانی کڑوا ہے۔ ٹیل کا پانی پورا نہ ملنے کی وجہ سے فصلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ جلال پور پیر والہ کے کاشتکار سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ چیف انجینئر ملتان زون کے مذکورہ اقدامات سے کاشتکاروں میں حکومت کے خلاف بے چینی اور اضطراب پایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی: جناب سپیکر! اس سلسلے میں عرض ہے کہ باغ کا پانی اور فش پاؤنڈز کا پانی، یہ تمام جو اضافی پانی ہے اس پر حکومت نے ban لگایا ہوا ہے اور یہ پانی ہم نہیں دیتے۔ جہاں تک ان کی اس تحریک کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں، میں ان کو آج یقین دہانی کراتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ایسا کوئی کام نہیں ہو گا جو کہ غیر قانونی ہو گا اور ہم نے پچھلے دنوں چیف منسٹر پنجاب کو بھی اس سلسلہ میں جس میں سی سی اے میں رقبے شامل کرنے کے لئے اور گارڈن واٹر اور اس کے علاوہ دوسرے اضافی واٹر کی جو sanction ہوتی ہے بریفنگ دی تھی کیونکہ پہلے ہی پانی کی کافی کمی ہے اور ہم مزید رقبے اور ایڈیشنل واٹر جو ہیں وہ گارڈن واٹر ہو، چاہے فش پاؤنڈز کو دینا ہو تو وہ دینے کے لئے محکمہ قطعی طور پر تیار نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی شکایت ہے تو اس شکایت کا ازالہ کر دیا جائے گا اور ویسے بھی یہ directions تمام چیف انجینئرز کو گورنمنٹ کی طرف سے جاری ہو چکی ہیں کہ ایسے کسی بھی

کیس کو process نہ کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ میری اس یقین دہانی کے بعد محرک اپنی اس تحریک کو مزید press نہیں کریں گے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ منسٹر صاحب کو مل لیں۔

سید مجاہد علی شاہ: جناب سپیکر! وزیر صاحب نے مہربانی کی۔ میں بھی یہی عرض کرنا چاہتا تھا کہ ایک چیز پر حکومت نے ban لگایا ہوا ہے، پھر کون سی ایسی طاقت ہے کہ جو ان افسران کو اتنی طاقت دے دیتی ہے کہ وہ ban کو بھی ایک طرف رکھتے ہیں اور وزیر اعلیٰ صاحب کی جو پالیسی ہے وہ اس ہاؤس کے سامنے ہے، وہ قانون پاس کروا رہے ہیں کہ پانی چوری نہ ہو تو یہ تو پانی چوری نہیں ہے یہ تو ان لوگوں کے ساتھ ڈکیتی ہے اور میرے پاس ریکارڈ موجود ہے کہ وہ باغ جس کے لئے پانی منظور ہوا ہے وہ سرے سے وہاں باغ ہی نہیں ہے۔ ریکارڈ میں لکھا ہے کہ وہ ایکڑ خالی ہیں اور اس کے لئے پانی منظور کر لیا گیا ہے۔ میں پہلے بھی کئی دفعہ وہاں سیکرٹری صاحب کے پاس جا چکا ہوں۔ بے تحاشا دفعہ انہیں گزارش کی ہے کہ مہربانی کریں، یہ ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہے۔ منسٹر صاحب نے اگر یقین دلایا ہے تو میں اپنی اس تحریک پر زور نہیں دیتا اور یہی امید رکھتا ہوں کہ یہ مہربانی کریں گے اور ان لوگوں کو انصاف دلوائیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چونکہ محرک مزید اس کو پریس نہیں کرتے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 730 حاجی محمد اعجاز صاحب، لالہ شکیل الرحمن، رانا آفتاب احمد خان صاحب، ملک اصغر علی قیصر، سید حسن مرتضیٰ صاحب اور چودھری زاہد پرویز صاحب کی طرف سے ہے۔

صوبہ میں پوسٹ گریجویٹ کلاسز میں داخلہ کے لئے این ٹی ایس کے ذریعے ٹیسٹ پاس کرنے کی شرط

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب محکمہ تعلیم نے post graduate کلاسز میں صوبہ کے کسی بھی کالج اور یونیورسٹی میں داخلہ لینے سے قبل نیشنل testing سروس (NTS) کا test دینے اور پاس کرنے کی شرط عائد کی ہے۔ NTS کا ادارہ کچھ پرائیویٹ افراد کی ملکیت ہے اور اس کا حکومت سے دور دور کا تعلق یا واسطہ

نہ ہے اور نہ ہی یہ ادارہ حکومت کے کسی بھی افسر یا انتظامی محکمہ کو جواب دہ ہے۔ چند روز قبل اس ادارے نے یہ ٹیسٹ انعقاد کرنے کے لئے اشتہار دیا اور فارم حاصل کرنے کے لئے خواہش مند طلباء اور طالبات کو صرف چند دن کا موقع فراہم کیا گیا جس کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں بچے، بچیاں اور ان کے والدین اس کے دفتر میں جمع ہو گئے۔ ہزاروں کی تعداد میں خواہش مند طلباء کو فارم نہ مل سکے اور سارا دن یہ لوگ سورج کی گرمی میں کھڑے رہے۔ یہ ٹیسٹ لازمی قرار دینے کے لئے محکمہ تعلیم حکومت پنجاب نے صوبائی یا قومی اسمبلی سے کوئی اجازت بھی حاصل نہ کی ہے بلکہ یہ محکمہ تعلیم کے چند نااہل اور نالائق افسران کی خواہش پر ٹیسٹ کا انعقاد ہوا جس کی وجہ سے طلباء کو نہ صرف ایڈمیشن فیس کے علاوہ سینکڑوں روپے اس ٹیسٹ کی فیس اور بنکوں کے ڈرافٹ وغیرہ بنانے پر خرچ کرنا پڑے جبکہ NTS ادارہ کی انتظامیہ جو نا تجربہ کار ہونے کے علاوہ تعلیم کے میدان میں کسی قسم کا تجربہ بھی نہ رکھتی ہے جس کی وجہ سے ہزاروں بچے اور بچیاں اعلیٰ تعلیم کے لئے داخلہ حاصل کرنے میں ناکام رہے جس کی وجہ سے صوبہ کی عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم صاحب!

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! حکومت پنجاب محکمہ تعلیم نے post graduate کلاسز میں صوبہ بھر کے کسی بھی کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ لینے سے قبل NTS کا ٹیسٹ دینے اور پاس کرنے کی شرط عائد نہ کی ہے۔ البتہ صرف پنجاب یونیورسٹی نے National Testing Service سے بی اے، بی ایس سی آنرز پروگرام کا انٹری ٹیسٹ منعقد کروایا ہے تاکہ امیدواروں کو انٹری ٹیسٹ اور اکیڈمک ریکارڈ کی بنیاد پر میرٹ پر داخلے دیئے جا سکیں۔ NTS جو کہ Comsat کا پراجیکٹ ہے اور ملک بھر میں مختلف اداروں کو انٹری ٹیسٹ کی سہولت مہیا کرتا ہے اور یہ ادارہ بے شک یونیورسٹی کو جواب دہ ہے۔ یہ بات بھی درست نہ ہے کہ امیدواروں کو انٹری ٹیسٹ کے فارم جمع کروانے کے لئے وقت نہیں دیا گیا۔ یونیورسٹی نے امیدواروں کی سہولت کے لئے تفصیلی اشتہار دوبارہ 9۔ جولائی اور 23۔ جولائی 2006 کو قومی اخبارات میں دیا گیا اور یونیورسٹی کی website پر بھی یہ سہولت دی گئی تھی۔ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 4۔ اگست سے بڑھا کر 10۔ اگست 2006 کر دی گئی تھی۔ تاریخ میں توسیع کی اطلاع 23۔ جولائی 2006 کے اخبارات میں شائع کر دی گئی اور انٹری ٹیسٹ

20-اگست 2006 کو منعقد ہوا۔ اس طرح فارم جمع کروانے کے بعد انٹری ٹیسٹ کی تیاری کے لئے ایک ماہ سے زیادہ کا وقت دیا گیا۔ یہ درست ہے کہ NTS نے آغاز میں ایک دفتر ماڈل ٹاؤن ایم بلاک میں کھولا لیکن امیدواروں کی تعداد کے پیش نظر پنجاب یونیورسٹی کے تعاون سے پانچ مزید کاؤنٹر قائم کر دیئے گئے۔ مزید یہ کہ انٹری ٹیسٹ کے لئے فیس صرف -/300 روپے مقرر کی گئی جو کہ NTS نے بذریعہ بنک ڈرافٹ وصول پائی۔ پنجاب یونیورسٹی ایک خود مختار ادارہ ہے جو کہ اپنے مجوزہ قانون کے تحت کام کرتا ہے اور سنڈیکیٹ کے ذریعے اپنے معاملات طے کرتا ہے۔

جناب سپیکر! یہ ایک تفصیلی جواب اس لئے دیا گیا ہے کہ معزز محرک کو اس کا سارا background and sequence بتایا جائے۔ پنجاب یونیورسٹی نے NTS کا یہ ایک نیا نظام شروع کیا ہے۔ حکومت کا ایک ادارہ Comsat ہے انھوں نے ایک third پارٹی کو دیا۔ دراصل یہ problem create ہوئی کہ بچوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی اور انھوں نے شروع میں صرف ایک کاؤنٹر ایم بلاک میں قائم کر رکھا تھا جس سے وہاں پر بہت زیادہ unrest create ہوا۔ لوگوں کو بڑی problem ہوئی۔ پنجاب یونیورسٹی نے جلدی سے پانچ نئے کاؤنٹر کھول دیئے تاکہ بچے وہاں پر جائیں اور فارم وصول کریں اور انٹری ٹیسٹ دیں۔

جناب والا! اس حوالے سے میں دو باتیں مزید بتانا چاہوں گا۔ تقریباً 20 ہزار لوگوں نے اس میں اپلائی کیا، ٹیسٹ دیا اور ان کی فیس -/300 روپے فی فارم تھی۔ یہ ایم اے آنرز جو کہ Administrative Sciences اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے دو ماسٹرز کے پروگرام تھے جن میں داخلے کے لئے NTS دیا گیا تھا۔ باقی یونیورسٹی کے دوسرے 26 disciplines کا یونیورسٹی نے خود سے ٹیسٹ لیا ہے۔ اس مرتبہ جو problem ہوئی وہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ نہیں ہوگی۔ یہ جتنے بھی داخلہ جات ہوئے ہیں بالکل میرٹ پر ہوئے ہیں۔ وہاں پر گورنر پنجاب نے بھی visit کیا۔ چونکہ اخبارات میں اس پر بہت زیادہ تنقید کی گئی تھی اس لئے گورنر پنجاب نے وہاں پر visit کیا اور ان کی رپورٹ اس وقت میرے پاس ہے جو کہ میں آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ جب میں نے اخبارات میں یہ سب کچھ پڑھا تو میں نے بھی یونیورسٹی سے رابطہ کیا اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے یونیورسٹی کو ہدایت کی کہ جو expertise آپ Comsat سے لے رہے ہیں، بچوں کو test کرنے کا جو فارمولہ وہ آپ کو بتا رہے ہیں وہ آئندہ سال سے آپ خود سیکھ کر رائج کریں تاکہ ہم third party کو involve نہ کریں۔ اس پر بات چیت چل رہی ہے۔ ہاؤس کی اطلاع

کے لئے عرض کر دوں کہ NTS ورچوئل یونیورسٹی میں رائج ہے۔ اس کے علاوہ فیڈرل اردو یونیورسٹی، PTCL، بولان میڈیکل کالج کوئٹہ، Training and Testing Programme، یونیورسٹی آف انجینئرنگ ٹیکنالوجی خضدار، پاکستان میڈیکل ریسرچ کونسل، نیشنل ٹیکسٹائل یونیورسٹی فیصل آباد، سپارکو، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی پشاور، داؤد یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز، پاکستان کمپیوٹر بیورو، لیاقت یونیورسٹی آف ہیلتھ سائنسز اور پنجاب انجینئرنگ کونسل میں بھی NTS شروع ہو گیا ہے۔

جناب سپیکر! ابھی تک اس میں ہمیں کوئی ایسی خرابی نظر نہیں آئی صرف ایک کاؤنٹر ہونے کی وجہ سے بچوں میں ایک unrest create ہوا جسے settle کر لیا گیا تھا۔ اس میں مزید بہتری کے لئے کوشش کی جا رہی ہے تاکہ آنے والے سالوں میں یہ مشکلات پیدا نہ ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر: حاجی صاحب! میرے خیال میں کافی تفصیل کے ساتھ جواب آ گیا ہے۔

سید احسان اللہ وقاص: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ گزارش یہ ہے کہ وزیر تعلیم نے اس کا جواب بہت تفصیل کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ میں ان کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ پنجاب یونیورسٹی انتظامیہ نے سنڈیکیٹ سے NTS کو دینے کے لئے اجازت نہیں لی تھی۔ وزیر تعلیم صاحب نے خود تسلیم فرمایا ہے کہ اس کے لئے صرف ایک کاؤنٹر کھولا گیا تھا۔ ایک لاکھ سے زائد طالب علم یونیورسٹی میں داخلوں کے لئے اپلائی کرتے ہیں۔ ایک لاکھ سے زائد طالب علموں کے لئے صرف ایک ہی کاؤنٹر کھولنا کتنی بڑی زیادتی ہے۔ آپ خود اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ بعد میں بھی صرف پانچ کاؤنٹر بنائے گئے اور پھر سارے فیصلے کو ہی واپس لے لیا گیا۔

جناب سپیکر! اصل صورتحال یہ ہے کہ ہائر ایجوکیشن کے وفاقی وزیر ڈاکٹر صاحب کے Comsat کے اندر اپنے مالی مفادات ہیں، ان کا حصہ ہے جس کی وجہ سے NTS ٹھیکہ پر دی گئی ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ میں وزیر تعلیم سے گزارش کروں گا کہ یونیورسٹیاں یہ کام خود کرتی ہیں۔ اس کے لئے یونیورسٹی کو ہدایت جاری کریں کہ یونیورسٹی کے اندر ان کو دخل دینے کی اجازت بالکل نہیں ہونی چاہئے۔

حاجی محمد اعجاز: جناب سپیکر! یونیورسٹی کے جو 26 شعبہ جات ہیں ان میں داخلوں کے ٹیسٹ پنجاب یونیورسٹی نے لیا میری استدعا ہے کہ یہ باہر سے نہ کروائیں بلکہ یونیورسٹی کو اجازت دیں کہ وہی اس کا ٹیسٹ لے۔ جب 26 شعبہ جات میں داخلے کے ٹیسٹ یونیورسٹی لے رہی ہے تو دو ٹیسٹ باہر دینے کا کیا مطلب ہے؟ شکریہ

جناب سپیکر: چونکہ محرکین اسے مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، جناب شیخ علاؤالدین صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! گزارش ہے کہ 24^{th} Session میں جنسی ادویات پر میری ایک تحریک التوائے کار تھی۔ اس پر initial بحث ہوئی تھی اور جناب نے مہربانی فرماتے ہوئے کہا تھا کہ اس پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔ 24^{th} Session میں اس کی باری نہیں آئی۔ 25^{th} Session بجٹ کا تھا اور وہ تحریک التوائے کار آج تک take up نہیں ہوئی۔۔۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! اس تحریک التوائے کار کا نمبر کیا ہے؟

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! یہ تو ملک صاحب کو معلوم ہے۔ میں صرف یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ناجائز ادویات اسی طرح ایک اور دو ہزار percent پر بک رہی ہیں۔ اسی طرح ایک گھنٹے میں جوانی واپس کے اشتہار چل رہے ہیں۔ اسی طرح لوہا کیپسول کے اشتہار چل رہے ہیں۔ وہ انتہائی ضرروی ہے اور اس سے لوگ مر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! کسی دن ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ پر بحث رکھ لیتے ہیں۔ اس میں آپ کھل کر بات کر لینا پھر منسٹر صاحب wind up کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ جواب دیں گے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے اس تحریک کو allow کیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ ہم اس پر تفصیلی بحث کے لئے ایک دن دیں گے۔ لہذا اب میں استدعا کرتا ہوں کہ اس پر بحث کر لیں۔ کل جب عام بحث کا ٹائم آیا تو اس وقت میں نے اس طرف ایوان کی توجہ دلانے کی کوشش کی لیکن چونکہ وزراء تھکے ہوئے تھے اور بات نہ ہو سکی۔ لہذا میری گزارش ہے کہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس پر کوئی ٹائم رکھ لیں۔

جناب سپیکر: چلو میں دیکھ لیتا ہوں۔

شیخ علاؤالدین: بہت شکریہ

وزیر تعلیم: پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ فرزانہ راجہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر تعلیم: جناب سپیکر! میں ذرا ریکارڈ کی درستی چاہوں گا۔ میں نے اپنے جواب میں کہہ دیا تھا کہ دو disciplines میں داخلے ہو رہے ہیں دراصل چھ disciplines میں داخلے ہو رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، محترمہ فرزانہ راجہ صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ آرڈر پلیز۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! چونکہ وزیر تعلیم یہاں تشریف فرما ہیں تو میں آپ کی وساطت سے ایک انتہائی اہم مسئلہ ان کے علم میں لانا چاہتی ہوں۔ بارانی کالج یونیورسٹی کے سٹوڈنٹس کا ایک وفد میرے پاس آیا تھا۔ وفد میں وہ سٹوڈنٹس تھے جنھوں نے وہاں کالج میں تین سال پڑھا ہے اور ان کا اکیڈمک ریکارڈ بڑا brilliant رہا ہے۔ ابھی جب نئے سال میں کالج کے ایڈمیشن ہوئے تو میرٹ لسٹ میں ان کے نام بھی آئے ہیں لیکن انھوں نے وہاں پر ایک اور لسٹ آویزاں کر دی ہے جس میں کہا گیا کہ یہ وہ سٹوڈنٹس ہیں جنھوں نے کبھی کوئی جھگڑا کیا یا جنھیں major penalty پڑی جس میں ہزار یا دو ہزار روپے جرمانہ ہوا تھا اس لئے اب یہ سٹوڈنٹس کلاسز attend نہیں کر سکتے۔ ان سٹوڈنٹس کا otherwise ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ اکیڈمک ریکارڈ بھی بہت اچھا ہے لیکن صرف ایک دفعہ کے جھگڑے کی وجہ سے ان کو یہ سزا دینا مناسب نہیں ہے۔ بچے کھڑے ہیں اور کسی بات پر ان کا جھگڑا ہو گیا ہے تو ان کو اس بنا پر ایجوکیشن سے محروم رکھنا اور یونیورسٹی سے نکال دینا مناسب نہیں ہے۔ معاشرے میں ایک پڑھا لکھا پنجاب کا نعرہ لگانے کے بعد۔۔۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! یہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ بچوں کا مستقبل اس سے وابستہ ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب نے سن لیا ہے۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب سپیکر! اگر وزیر تعلیم اس کا جواب دے دیں کہ اس کا کیا جواز ہے کیونکہ وہ بچے کسی criminal activity میں involve رہے اور نہ ہیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کے جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر کا منسٹر صاحب نے جواب نہیں دینا۔ انھوں نے سن لیا ہے۔ پلیز تشریف رکھیں۔

محترمہ فرزانہ راجہ: جناب والا! منسٹر صاحب کوئی assurance تو دے دیں کہ یہ ان بچوں کے لئے کیا کریں گے؟

جناب سپیکر: پلیز! تشریف رکھیں۔ تحریک التوائے کار نمبر 731 ملک محمد اقبال چنڑ صاحب، رانا آفتاب احمد خان صاحب، شیخ تنویر احمد صاحب اور ارشد محمود بگو صاحب کی طرف سے ہے۔ یہ تحریک کون صاحب پیش کریں گے؟

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! میں پیش کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، جناب ارشد محمود بگو تحریک التوائے کار پیش کریں۔

مین بلیوارڈ گلبرگ لاہور میں اے بی کمپنیز میں ڈکیتی

جناب ارشد محمود بگو: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 30- اگست 2006 کی ایک موقر اخبار کی خبر کے مطابق لاہور غالب مارکیٹ تھانہ کے علاقہ میں اے ۔ بی گروپ آف کمپنیز کے مالک سید حامد حسین سبزواری سے مین بلیوارڈ گلبرگ میں کروڑوں روپے مالیت کے پرائز بانڈز اور کروڑوں روپے کے ہیرے اور سونا لوٹ کر ڈاکو فرار ہو گئے جس کی وجہ سے سبزواری کی حالت خراب ہو گئی اور ان کو ایک پرائیویٹ ہسپتال میں داخل کروا دیا گیا۔ جس علاقہ میں یہ ڈکیتی کی واردات ہوئی ہے یہ لاہور شہر کی ایک اہم شاہراہ ہے۔ جس پر ہمہ وقت پولیس کے مختلف گروپ ڈیوٹی دیتے ہیں جن میں محافظ، مجاہد اور دیگر سکواڈ شامل ہے۔ اس کے علاوہ اس جگہ جہاں یہ واقعہ ہوا ہے وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر ایس پی ماڈل ٹاؤن کا دفتر بھی ہے اور دفتر میں ایس پی کی سکیورٹی کے لئے ہمہ وقت کافی تعداد میں کمانڈوز کے علاوہ دیگر اہلکاران اور افسران موجود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس جگہ سے تھانہ کی عمارت بھی چند قدم پر ہے مگر پولیس نے کوئی ایکشن نہ لیا جس کی وجہ سے عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا استدعا

ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: شکریہ۔ جناب سپیکر! مورخہ 06-09-19 کو ڈپٹی جنرل آف پولیس آپریشن لاہور کی طرف سے جو رپورٹ ہمیں موصول ہوئی ہے اس کے مطابق واردات ہذا مورخہ 06-08-29 بوقت 1.45 صدیق ٹریڈ سنٹر کے نزدیک وقوع پذیر ہوئی۔ تحریک التوائے کار میں یہ لکھا گیا ہے کہ یہاں پر پولیس افسر کا دفتر ہے۔ یہاں پر کسی پولیس افسر کا دفتر نہیں ہے۔ تاہم سید حامد حسین سبزواری مورخہ 2006-8-29 کو رپورٹ درج کروانے کے لئے آئے لیکن انھوں نے رپورٹ درج نہیں کروائی اور کہا کہ میری طبعیت خراب ہے۔ میں کل دوبارہ آ کر رپورٹ درج کراؤں گا۔ انھوں نے 30 تاریخ کو تحریری درخواست دی اور ان کی درخواست پر مقدمہ نمبر 700 بجرم 382 تھانہ غالب مارکیٹ درج ہوا۔ اس کی تفتیش انچارج انوسٹی گیشن کے ذریعے عمل میں لائی جا رہی ہے۔ واردات ہذا میں فی الحال کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی اور ملزمان کو گرفتار نہیں کیا جا سکا۔ میں معزز رکن کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم متعلقہ پولیس کو ہدایت کر رہے ہیں کہ وہ جلد از جلد ملزمان کی گرفتاری عمل میں لائے اور ریکوری کرے تاکہ ملزمان کو قانون کے مطابق سزا دلوائی جا سکے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ ارشد محمود بگو صاحب!

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! آپ روزانہ کے اخبارات ملاحظہ فرمالیں۔ روزانہ درجنوں کے حساب سے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں، ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، لوگ snatching کر رہے ہیں، لوگوں سے پیسے اور مال اسی طرح چھین رہے ہیں۔ جب 29 تاریخ کو یہ واقعہ ہوا اور وہ رپورٹ کروانے گیا تو ایس ایچ او نے کہا کہ آپ رپورٹ نہ کروائیں۔ ابھی انتظار کریں میں ویسے ہی چور اور ڈکیت ڈھونڈ کر آپ کو دے دوں گا لیکن آپ ملاحظہ فرمالیں کہ آج کیا تاریخ ہے۔ ابھی تک انھوں نے ملزموں کا پتا چلایا ہے اور نہ ہی اس کو تسلی دلوائی ہے۔

جناب سپیکر: ایف آئی آر درج ہو چکی ہے۔

جناب ارشد محمود بگو: جناب سپیکر! وہ تو بیسیوں ایف آئی آرز درج ہوتی ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت سے ایک درخواست کروں گا کہ ڈکیتی میں جتنی ایف آئی آرز درج ہوتی ہیں

ان میں ایک بات ملاحظہ فرمالیں کہ اس میں جو اسلحہ استعمال ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔

جناب ارشد محمود بگو: اس میں جو اسلحہ استعمال ہوتا ہے وہ بڑی گنیں نہیں بلکہ 30اور 32بور کا موزر استعمال ہوتا ہے۔ اگر تین سو ایف آئی آر درج ہوئی ہیں تو ان میں جتنا اسلحہ استعمال ہوا ہے وہ اسی قسم کا ہے۔ تو میں حکومت سے یہ درخواست کروں گا کہ چھوٹا اسلحہ جو آدمی آسانی سے چھپا سکتا ہے سپین یا یورپ کے بہت سے ملکوں میں اس پر بہت سخت پابندی ہے وہ وہاں استعمال نہیں ہو سکتا بلکہ بڑے بور آسانی سے پبلک کو دے دیئے جاتے ہیں۔ چونکہ 30اور 32بور کا اسلحہ ہر واردات میں استعمال ہوتا ہے اور ملزم جب چاہے اسلحہ نکال کر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ تو میں درخواست کروں گا کہ حکومت اس پر غور کرے اور اسے کنٹرول کرنے کی کوشش کرے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ چونکہ محرکین اسے مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار حاجی محمد اعجاز، ملک اصغر علی قیصر، رانا آفتاب احمد خان کی طرف سے اور اسی نوعیت کی تحریک التوائے کار نمبر 721، discuss of ہو چکی ہے اس لئے اس پر بحث نہیں ہو سکتی لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of ہوئی۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 733 شیخ اعجاز احمد صاحب!

آبیانہ کے فلیٹ ریٹ سے تھل کینال کی برانچ نہروں سے سیراب نہ ہونے والی زمینوں پر بھی آبیانہ کی وصولی

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ نہر تھل جو کالا باغ کے مقام سے دریائے سندھ سے نکلتی ہے اور یہ پنجاب کی سب سے بڑی نہر ہے جس سے تین چھوٹی نہریں ڈھلے وال، مہاجر برانچ اور بھکر برانچ نکلتی ہیں اور ان نہروں سے زیادہ تر ریگستانی کھیت سیراب ہوتے ہیں اور جب سے نہری نظام شروع ہوا ہے مذکورہ انہار کی چک بندی میں رقبہ جات شامل ہوئے ہیں محکمہ انہار کے ریکارڈ میں رقبہ جات موجود ہیں لیکن حقیقت میں تقریباً پچاس فیصد رقبہ جات بنجر اور ریت کے ٹیلوں پر مشتمل ہیں جو 1950 سے لے کر اب تک آباد نہ ہو سکے ہیں۔ آبیانہ کے پرانے نظام کے مطابق پانی سے سیراب ہونے والے

کھیت میں فصل کی پوزیشن کے حساب سے آبیانہ لگایا جاتا تھا لیکن اب فلیٹ ریٹ مقرر ہونے سے جہاں کبھی پانی پہنچنے کا یقین بھی نہیں ہے اس پر بھی -/90 روپے فی ایکڑ کے حساب سے آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے اور تقریباً پچاس فیصد غیر آباد رقبہ جات پر بھی آبیانہ کسانوں کو دینا پڑ رہا ہے حالانکہ نہروں کا پانی کئی سالوں سے ٹیل تک نہیں پہنچ پا رہا مگر چونکہ کسانوں کا رقبہ نہر کی چک بندی میں شامل ہے اور ریکارڈ میں ہے اس لئے فلیٹ ریٹ آبیانہ ان سے لیا جا رہا ہے جو سراسر ان کسانوں کے ساتھ زیادتی ہے اور متاثرہ کسان پانی نہ ملنے کے باوجود فلیٹ ریٹ آبیانہ وصول کرنے پر سراپا احتجاج ہیں لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر آبپاشی!

وزیر آبپاشی: جناب والا! اس تحریک التوائے کار کے ضمن میں عرض ہے کہ حکومت پنجاب نے خریف 2003 سے پورے پنجاب میں فلیٹ ریٹ آبیانہ کا نظام متعارف کروایا ہے۔ جس کے مطابق فصل خریف میں آبیانہ -/85 روپے فی ایکڑ اور فصل ربیع میں -/50 روپے فی ایکڑ کے حساب سے لیا جا رہا ہے۔ حکومت پنجاب کے اس فیصلے کے بعد عوامی نمائندگان نے وزیر اعلیٰ پنجاب کے سامنے ضلع بھکر کے دورے کے وقت یہ مسئلہ اٹھایا اور حکومت پنجاب کے فلیٹ ریٹ آبیانے کے اس فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست کی۔ تھل کینال پر یہ فیصلہ لاگو کرنا زیادتی ہے۔ جناب وزیر اعلیٰ نے محکمہ آبپاشی کو اس فیصلے پر نظر ثانی کے لئے کہا۔ اس ضمن میں محکمہ آبپاشی نے 04-09-11 کو ایک ہائی لیول میٹنگ کا اہتمام کیا جس میں بھکر سے سردار حفیظ اللہ ایم پی اے لیہ سے چودھری الطاف حسین ایم پی اے اور خوشاب سے جناب محمد وارث کلو ایم پی اے شریک ہوئے۔ جناب وزیر اعلیٰ نے سفارشات کو منظور کرتے ہوئے اس کی روشنی میں خریف 2000 کے لئے تھل کینال پر جو آبیانہ کا نیا ریلیف دیا وہ اس طرح سے ہے۔ آبیانہ فصل خریف -/55 روپے اور فصل ربیع کے لئے -/40 روپے رعایت منظور کی گئی اور یہ رعایت خریف 2007 تک دستیاب ہوگی۔ مزید راجباہ کی ٹیل پر پچاس فیصد آبیانہ کی رعایت اس کے علاوہ ہے۔ اس رعایت کے بعد مجھے امید ہے کہ محرک اپنی اس تحریک پر زور نہیں دیں گے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! ایک پوائنٹ اس میں رہ گیا تھا۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! ایک تو on the floor of the House ہم نے محکمے کا شکریہ بھی ادا کیا ہے وزیر اعلیٰ پنجاب کا بھی شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے فلیٹ ریٹ کے معاملے میں ہمیں کچھ چھوٹ دی ہے اور جس سے ہمیں فائدہ ہوا ہے۔ تھل کینال کے جو کسان ہیں ان کا جو اصل مسئلہ ہے وہ ابھی تک pending ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمیں ریلیف دیا گیا ہے اس حد تک ہم شکر گزار ہیں لیکن معاملہ یہ ہے کہ فلیٹ ریٹ میں ملکیت پر آبیانہ لگتا ہے۔ ایک آدمی کے پاس اگر سو ایکڑ زمین ہے اگر وہ بمشکل پانچ ایکڑ کاشت کرتا ہے تو اس کو آبیانہ سو ایکڑ کا ہی دینا پڑتا ہے۔ ہم محکمے کے شکر گزار اس لئے ہیں کہ انہوں نے ہمارا آبیانہ -/90روپے سے کم کر کے -/40روپے کیا ہے اور -/40روپے کیا ہے لیکن معاملہ تو پھر وہیں رہا کہ سو ایکڑ کا مالک کاشت تو پانچ ایکڑ کرتا ہے لیکن آبیانہ بے شک وہ -/40روپے کے حساب سے یا -/50روپے کے حساب سے وصول کریں لیکن اس کو آبیانہ سو ایکڑ کا ہی دینا پڑتا ہے اس لئے ہماری اس وقت بھی prayer یہ تھی کہ آپ تھل کینال جس کا ساٹھ فیصد سے زائد رقبہ جو ہے وہ sand domes پر مشتمل ہے اور وہ sand domes جن پر کبھی بھی پانی کا امکان نہیں ہے۔ اب ان کے فلیٹ ریٹ کے مطابق جس رقبے کو یہ پانی دیں گے اس کا تو یہ لیں گے اور جہاں آبپاشی نہیں ہو سکتی اس رقبے کو یہ آبپاشی سے نکال دیں گے۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب سپیکر! اس پر تو کام بھی شروع ہو چکا ہے اور ایک آدمی کے پاس سو ایکڑ رقبہ ہے پانچ ایکڑ زیر کاشت ہے تو 95ایکڑ کا یہ پانی کاٹنا چاہتے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ شیخ صاحب!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! اس میں ہمیں ریلیف یہ دیا جائے کہ تھل کینال پر فلیٹ ریٹ کے فارمولے کو لاگو نہ ہونے دیا جائے اور اسے اسی طرح زیر کاشت پر دوبارہ لایا جائے۔ میں انتہائی مشکور ہوں وزیر آبپاشی کا کہ انہوں نے ہمارے معاملے کو consider کیا لیکن اس حد تک consider نہیں کیا گیا جو ہم چاہتے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ اعجاز احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! جناب والا! میرا براہ راست کسی گاؤں کے ساتھ تعلق نہیں ہے تو نولاٹیا صاحب نے۔۔۔

جناب سپیکر: کافی تفصیل کے ساتھ بات کی ہے۔

شیخ اعجاز احمد: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ نولاٹیا صاحب نے جو بات یہاں پر کی ہے وہی ایک پوائنٹ تھا جس کو میں اپنی اس تحریک التوائے کار میں پریس کرنا چاہتا ہوں۔ میری آپ سے یہ گزارش ہوگی کہ ہم نے وزیر آبپاشی سے تمام پنجاب کے کسانوں کی طرف سے یہ گزارش کرنی ہے کہ جہاں پر پانی پہنچنے کا کبھی کوئی احتمال ہی نہیں ہو سکتا اور وہاں پر کوئی سو ایکڑ رقبہ ہے اور میں ایک غریب کسان ہونے کے ناتے پانچ ایکڑ کاشت کرتا ہوں تو اس کو بجائے آپ سو ایکڑ کو consider کریں جو میرا رقبہ ریونیو ریکارڈ میں موجود ہے۔ بلکہ حکومت کو یہ چاہئے اور ہم اس کو بھی appreciate کرتے ہیں اس سے بھی کسانوں کو کافی ریلیف ملا ہے۔ لیکن جہاں پر اس قسم کی situation ہے وہاں پر situation wise determine کرنا چاہئے۔ میری آپ کی وساطت سے یہ گزارش ہے کہ یہ اپنے جواب میں اب فرما دیں اور یقین دہانی کروا دیں کہ یہ دوبارہ وزیر اعلیٰ پنجاب سے بات کریں گے اور یہ جو مسئلہ ہے کہ سو ایکڑ میں سے اگر میں پانچ ایکڑ کاشت کر رہا ہوں اور اپنی مدد آپ کے تحت میں اس کو سیراب کر رہا ہوں کیونکہ وہاں پر پانی بھی نہیں جا رہا۔ مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! میں اس سلسلے میں تھوڑی سی گزارش کروں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ آپ پہلے میری بات سنیں۔

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! صرف ایک نکتے پر بات کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ پہلے میری بات سن لیں۔ پہلے تو طریق کار یہ ہے کہ تحریک التوائے کار شیخ اعجاز احمد صاحب کی طرف سے ہے۔ آپ تو بات ہی نہیں کر سکتے تھے اس کے باوجود آپ کو موقع دیا گیا ہے بات بھی آپ کی سن لی ہے۔ پلیز! اب آپ تشریف رکھیں۔ وزیر آبپاشی!

جناب احسان الحق احسن نولاٹیا: جناب والا! صرف ایک پوائنٹ عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں)

یہ کوئی عام بحث نہیں ہے۔آپ تشریف رکھیں۔آپ کی بات سن لی ہے۔

وزیر آبپاشی: جناب والا! اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ فلیٹ ریٹ موجودہ حکومت نے صرف اس لئے مقرر کیا ہے کہ پٹواری کلچر سے نجات حاصل ہو سکے۔اس سے پہلے پٹواری غلط خرابہ اور غلط خسرہ گرداوری کا اندراج کر دیا کرتے تھے جس سے کسان کافی پریشان ہوتے تھے۔اس شکایت کے ازالے کے لئے اور پٹواری کلچر سے نجات حاصل کرنے کے لئے حکومت پنجاب نے فلیٹ ریٹ آبیانے کا نظام رائج کیا اور جہاں تک ان کے اس تھل کینال کا تعلق ہے تو اس کے لئے چیف منسٹر صاحب نے جب ہائی لیول میٹنگ کال کی اور پھر عوامی نمائندگان جن کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے ان کی سفارشات پر اس میں رعایت دے دی گئی۔جیسا کہ میں بتا دوں کہ فصل خریف کے لئے عام پنجاب میں -/85 روپے فی ایکڑ ہے جبکہ تھل کینال پر اس کو فصل خریف کے لئے -/55 روپے کر دیا گیا ہے یعنی -/30 روپے فی ایکڑ کے حساب سے رعایت دے دی گئی ہے۔اسی طرح ربیع میں -/50 روپے فی ایکڑ پورے پنجاب میں ہے اور تھل کینال کے لئے فصل ربیع میں -/40 روپے فی ایکڑ رعایت دی گئی ہے۔یعنی کہ -/10 روپے فی ایکڑ کے حساب سے وہاں پر بھی رعایت دے دی گئی ہے۔جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ tail پر پانی نہیں پہنچتا تو tail پر پہلے ہی پچاس فیصد آبیانے کی معافی ہے۔اس رعایت کے بعد اب میرا خیال ہے کہ اب مزید رعایت دینے کی ضرورت نہ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔محرک چونکہ مزید اس کو پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا تحریک dispose of ہوئی۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر! میری بھی ایک تحریک التوائے کار نمبر 783 ہے تو یہ ایک انتہائی اہمیت کا حامل مسئلہ ہے اس میں پنجاب کے ریونیو کا مسئلہ ہے۔اگر آپ اجازت دے دیں تو میں اس کو پڑھ دوں۔

جناب سپیکر: میں اس کو پہلے دیکھ لوں۔ تحریک نمبر 783۔آپ اسے پڑھیں۔

نئی گاڑیوں کی بکنگ میں زیادہ تر حصہ پنجاب کا ہونے کے باوجود ریونیو کا زیادہ تر حصہ سندھ کے کھاتے میں ظاہر کرنا

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ملک میں نئی گاڑیوں کی خرید اور اس کی رجسٹریشن میں تقریباً 65 فیصد حصہ پنجاب کا ہے۔ان میں سے چالیس فیصد گاڑیوں کی بکنگ دوسرے صوبوں یعنی سندھ سے ہوتی ہے اور ان گاڑیوں کے تمام ٹیکسز، کسٹم ڈیوٹی، سیلز ٹیکس انکم ٹیکس وغیرہ actually پنجاب کے شہری ادا کرتے ہیں لیکن یہ ریونیو دوسرے صوبوں اور خاص طور پر سندھ کے کھاتے میں ظاہر کیا جارہا ہے جو کہ اصل میں یہ ریونیو پنجاب کا ہے جو کہ ظاہر نہیں کیا جارہا۔ یہ بات عوام میں سخت بے چینی اور اضطراب کا باعث ہے لہذا میری استدعا ہے کہ اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر ایوان میں اس کی بحث کی اجازت دی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: جی، وزیر آبکاری و محصولات!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! فاضل ممبر نے سیلز ٹیکس کسٹم ڈیوٹی اور دوسرے ٹیکسوں کا یہاں پر ذکر کیا ہے۔ انہیں یہ بھی بخوبی علم ہے کہ یہ تمام فیڈرل ٹیکسز ہیں۔ جو کارخانہ، جو فیکٹری جس صوبے میں اور جس ڈسٹرکٹ کے اندر ہو گی وہیں پر وہ سیلز ٹیکس ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ پھر وفاقی خزانے کے اندر چلا جاتا ہے۔ جہاں تک گاڑیوں کی رجسٹریشن کا تعلق ہے کسی بھی صوبہ سے متعلق ہو خواہ وہ پنجاب میں رجسٹرڈ ہو رہی ہے یا کسی اور صوبے میں رجسٹرڈ ہو رہی ہے اس کے چارجز متعلقہ صوبہ وصول کرتا ہے۔ جہاں تک بحث کا تعلق ہے تو دلائل کے طور پر پنجاب والے اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں کراچی والے اپنا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں تو میرے خیال میں یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی کہ اس کے اوپر کسی قسم کی بحث کی جائے۔ کیونکہ فیڈرل ٹیکسز اکٹھے ہو رہے ہیں چاہے وہ کوئٹہ میں ہوں کراچی میں ہوں یا لاہور میں ہوں یا کہیں اور پر ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ وزیر موصوف کو یہ معلوم ہی نہیں ہے کہ رجسٹریشن جو ہے وہ بالکل ایک separate issue ہے collection of Taxes ایک separate issue ہے۔
میرا سوال یہ ہے۔۔۔(قطع کلامیاں)
جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔
شیخ علاؤالدین: جناب والا! میرا سوال یہ ہے کہ کراچی سے جو گاڑی بک ہو رہی ہے کراچی کے شناختی کارڈ پر بک ہو رہی ہے اور پنجاب میں رجسٹریشن ہونے پر واقعی کوئی قانونی پابندی نہیں ہے لیکن وہ کراچی سے رجسٹرڈ ہو کر آنی چاہئے۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے کہ جو گاڑیاں وہاں کے لوگوں کے نام بک ہوتی ہیں وہ پنجاب میں آکر رجسٹر ہوتی ہیں۔ منسٹر صاحب نے تو یہ کہہ دیا کہ یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ tax at source کیا چیز ہے میں ان سے بات کرنے کو تیار ہوں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب end user پنجاب ہے، پنجاب ٹیکس دے رہا ہے تو وہ گاڑی وہاں سے رجسٹر ہو کر آئے تو میں دیکھتا ہوں کہ ایک فیصد وہاں نہیں رہے گا۔ پیسا سارا پنجاب کا ہے پنجاب یہ ریونیو جمع کر رہا ہے اور ان کو معلوم ہے کہ آج کل وہاں کی حکومت بار بار یہ کہہ رہی ہے اور اس کے اوپر پنجاب کا سالانہ 6۔ارب روپیہ ضائع ہو رہا ہے جن کو انہوں نے اتنے آرام سے کہہ دیا کہ یہ کوئی بات ہی نہیں ہے تو اس کے اندر کیا بات ہے یہ اس کو صرف amend کر دیں کہ جو گاڑی کراچی سے بک ہوئی ہے وہ گاڑی کراچی میں ہی رجسٹر ہو، جو گاڑی پنجاب سے بک ہوئی ہے وہ پنجاب میں رجسٹر ہو لیکن جو گاڑی کراچی سے بک ہو رہی ہے اور وہاں پر امپورٹ ہو رہی ہے، پیسا پنجاب دے رہا ہے نام ان کا ہو رہا ہے تو یہ بہت بڑا issue ہے اس پر بحث کر لیں میں ان کو ابھی دلائل سے ثابت کر دوں گا۔ شکریہ، جناب!

MR. SPEAKER: Minister for Excise and Taxation!

وزیر آبکاری و محصولات: جناب سپیکر! چونکہ یہ معاملہ این ایف سی سے related ہے تو میں اپنے ساتھی وزیر خزانہ سے request کروں گا کہ وہ ممبر صاحب کی مکمل تسلی کروائیں۔
جناب سپیکر: جی، منسٹر فنانس!
وزیر خزانہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! شیخ علاؤالدین صاحب نے بہت ہی valid issue کو اٹھایا ہے اور ہمیشہ یہ ہاؤس میں بہت ہی مناسب اور مثبت بات کرتے ہیں۔ میں ان کی وساطت سے اور ان

کے raise کئے ہوئے issue کی وساطت سے پورے ہاؤس کی توجہ چاہوں گا۔ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ collection of taxes سندھ میں کی جاتی ہے اور ٹیکس پے کرنے والے لوگ صوبہ پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس جملے کی حد تک بات بالکل درست ہے کہ taxes collect وہاں کئے جاتے ہیں، population base ہمارا زیادہ ہے اور یہ taxes صوبہ پنجاب کے لوگ ادا کرتے ہیں۔ پنجاب نیشنل فنانس کمیشن اور باقی تمام جگہوں پر ہمیشہ اپنا نقطہ نظر یہ raise کرتا رہا ہے کہ ہم نے مختلف علاقوں کی disparities گھٹانی ہے، اگر ہم نے disparities گھٹانی ہے تو ہمیں اس collection and generation of taxes کے چکر سے نکلنا ہوگا۔ آپ میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اگر سندھ ہی کی مثال لیں تو تقریباً 98 فیصد taxes صرف کراچی میں collect ہوتے ہیں۔ کراچی ایک شہر ہے اور باقی تمام صوبہ سندھ سے صرف 2 فیصد collect ہوتے ہیں۔ اگر اسی کلیہ کو اپنایا جائے کہ جتنے taxes جہاں collect ہوتے ہیں یا جس صوبے کے لوگ جتنے taxes دے رہے ہیں تو جو لوگ taxes دے رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس مالی وسائل ہیں تو وہ taxes دے رہے ہیں اور شیخ صاحب جو بات چاہ رہے ہیں کہ اس پر عملدرآمد کیا جائے تو اس سے غربت یا فاصلے گھٹیں گے نہیں بلکہ بڑھیں گے، اس سے disparities بڑھیں گی تو میں آپ کی وساطت سے ان سے استدعا کروں گا کہ اس point کو insist نہ کریں کیونکہ ہمارا آئین اس بات کا داعی ہے کہ کم ترقی یافتہ علاقے یا جن علاقوں میں غرباء رہتے ہیں ان کو زیادہ وسائل دے کر ان علاقوں کے at par لایا جائے جو زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ بہت بہت شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! انہوں نے یہ کہا ہے کہ وہاں پر have not ہیں۔ اب آپ خود فیصلہ کیجئے، کراچی have not ہے اور ہم have ہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ بات اتنی سی ہے کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم end user ہیں۔۔۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! with your permission میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ: جناب والا! have پنجاب اور سندھ بھی ہے۔ have not ہے این ڈبلیو ایف پی اور بلوچستان have not ہے۔ اگر ہم اس collection کے basis پر جاتے ہیں یا generation پر جاتے ہیں تو پنجاب اور سندھ کو بے پناہ فائدہ ہوگا لیکن این ڈبلیو ایف پی اور بلوچستان کے لئے

مسائل پیدا ہوں گے کیونکہ وہ have not's ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں آپ کو بتاتا ہوں اس میں سرحد involve ہے اور نہ بلوچستان involve ہے۔ بات بالکل سیدھی سی ہے کہ پنجاب کا collected revenue سندھ اپنے کھاتے میں دکھا رہا ہے اور ان کو معلوم ہے کہ سندھ فیڈرل میں ثابت کرتا ہے کہ ہم اتنا ٹیکس جمع کرتے ہیں۔ میری استدعا صرف یہ ہے کہ پنجاب اس ٹیکس کو اپنا کلیم کرے کہ یہ actual ہمارا ٹیکس ہے اور یہ صرف ایک لائن کی amendment ہو گی کہ جناب! جو گاڑی کراچی کے شناختی کارڈ پر آ رہی ہے وہ پہلے کراچی میں رجسٹرڈ ہو جائے اس کے بعد چاہے وہ پنڈی، بہاولنگر لاہور میں ہو۔ کتنی معمولی سی بات ہے۔ فنانس منسٹر صاحب کی اگر یہ سوچ ہے تو پھر میں کیا کہہ سکتا ہوں لیکن بلوچستان اور سرحد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، disparity کا تعلق نہیں ہے۔

جناب والا! اس کی اجازت دی جائے میں ثابت کروں گا کہ پنجاب کا نقصان ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: آپ منسٹر صاحب کے نوٹس میں لے آئے ہیں انہوں نے سن لیا ہے اور جواب بھی بڑی تفصیل کے ساتھ آ گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ محرک چونکہ اس کو مزید پریس نہیں کرنا چاہ رہے لہذا motion dispose of ہوئی۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری جاوید احمد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں اپنے وزیر خزانہ صاحب کی توجہ اس سلسلے میں چاہوں گا کہ جس طرح انہوں نے فرمایا کہ ہم وفاق میں بیٹھ کر اپنے provinces کے taxes کے لئے اور علاقائی ترقی کے لئے این ایف سی ایوارڈ کے لئے بات کرتے ہیں اسی طرح سے جو معاملہ شیخ صاحب نے اٹھایا ہے ان سب چیزوں کا ایک حل اور بھی ہے جتنے financial institutions ہیں ان تمام کے ہیڈ کوارٹرز کراچی میں ہیں اور وہاں پر جتنی ٹیکس کٹوتی ہوتی ہے وہ سندھ کے کھاتے میں گنی جاتی ہے۔ اگر ان کے ہیڈ کوارٹرز اسلام آباد میں آ جائیں، پراونشل ہیڈ کوارٹرز میں نہ آئیں تو فیڈرل گورنمنٹ کے ٹیکسز فیڈرل گورنمنٹ کے کھاتے میں آئیں گے نہ کہ سندھ کے کھاتے میں۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ اس تجویز کو لے کر

آگے چلیں اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے کہ اگر وہاں سے کوئی ہیڈ کوارٹرز شفٹ ہو کر اسلام آباد میں آتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ جی، منسٹر فنانس!

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں اور پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ میرے معزز ساتھی شیخ علاؤالدین صاحب بہت قابل اور بہت اہل ہیں اور مجھ سے بہت زیادہ جانتے ہیں لیکن اس subject کے متعلق انہوں نے جو بات کی ہے یہ اس کے متعلق قطعی طور پر کچھ بھی نہیں جانتے۔

جناب سپیکر: وہ تو chapter close ہو گیا۔ اب تو چوہدری جاوید احمد صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

وزیر خزانہ: جناب والا! چوہدری صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب یہ ہے کہ جتنے taxes کا نام لیا گیا یہ تمام divisible pool میں اکٹھے ہوتے ہیں جس میں چاروں صوبے stack holders ہیں جس میں این ڈبلیو ایف پی، بلوچستان، سندھ اور پنجاب کا بھی حصہ ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ جی۔ Next تحریک التوائے کار نمبر۔735 جناب سمیع اللہ خان، چوہدری زاہد پرویز، چوہدری اعجاز سماں صاحب۔ جی، جناب سمیع اللہ خان صاحب پیش کریں گے۔

شاہدرہ ٹاؤن (لاہور) پولیس کا اپنے افسران بالا کے حکم کے باوجود اغواء کا مقدمہ درج کرنے سے انکار

جناب سمیع اللہ خان: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" مورخہ 4۔ ستمبر 2006 کی خبر کے مطابق تقریباً چار سال قبل شاہدرہ ٹاؤن کے ایک رہائشی عبدالرشید کو ویگن سمیت جرائم پیشہ افراد امانت عرف بھولا محمد اکرم اور نثار نے اغواء کر کے اس کے لواحقین سے بازیاب کرنے کے پانچ لاکھ روپے تاوان مانگے۔ عبدالرشید کے لواحقین نے اغواء کا مقدمہ درج کرنے کے لئے تھانہ شاہدرہ ٹاؤن میں درخواست دی۔ پولیس نے مقدمہ درج کرنے سے انکار کر دیا۔ اغواء کنندگان نے تاوان نہ ملنے پر عبدالرشید کو قتل کر دیا تو تھانہ شاہدرہ ٹاؤن نے عبدالرشید کے اغواء کی پرانی درخواست پر اغواء کا مقدمہ درج کر لیا۔ چار سال کے بعد

عبدالرشید کا بھائی عمرحیات صبح سویرے اپنی بیوی کو یہ بتلا کر چلا گیا کہ وہ تھانہ کی طرف جارہا ہے چودہ دن گزرنے کے بعد جب وہ واپس نہ آیا تو عمرحیات کے لواحقین نے تھانہ شاہدرہ ٹاؤن میں اغواء کی درخواست دی تو پولیس نے بجائے مقدمہ درج کرنے کے عمرحیات کے لواحقین کو دھکے دے کر تھانہ سے نکال دیا۔ بعدازاں ڈی آئی جی سے مذکورہ مقدمہ درج کرنے کے لئے کہا گیا تو بھی شاہدرہ پولیس نے اپنے اعلیٰ افسران کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور مقدمہ درج نہ کیا۔ شاہدرہ ٹاؤن پولیس کا اپنے افسران بالا کا حکم نہ ماننے سے نہ صرف شاہدرہ بلکہ صوبہ کے عوام میں شدید اضطراب اور بے چینی پائی جانے لگی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ جس طرح معزز رکن نے انتہائی تفصیل کے ساتھ تحریک التوائے کار پیش کی ہے اسی تفصیل کے ساتھ ڈی آئی جی پولیس (آپریشنز) لاہور کی طرف سے جواب آیا ہے جو میں پڑھ دیتا ہوں۔ مورخہ 13-02-2006 کو خضر حیات ولد اللہ دتہ سکنہ مصطفیٰ آباد اور شاہدرہ ٹاؤن نے ایک درخواست مضمون ذیل پیش کی کہ مورخہ 20-08-06 کو بوقت 10/11 بجے دن اس کا بھائی عمرحیات شاہدرہ گیا اور گھر یہ کہہ کر گیا کہ میرے دوستوں نے فون کیا ہے کہ 10/15 منٹ بعد آتا ہوں۔ اس کو بذریعہ موبائل فون 0300-4732606 پر فون آیا تھا، نہ ہی کوئی رابطہ کیا وہ پریشان تھے۔ اس کے بھائی عمرحیات کو گھر سے نکلتے ہی مسمیان امانت علی عرف بھولا ولد بشیر، بشیر ولد شیر محمد سکنہ چک ورکاں تھانہ بھکی شیخوپورہ۔ وحید ولد نامعلوم، محمد اکرم ولد نامعلوم، حاجی اللہ دتہ ولد ولی محمد سکنہ کچی آبادی مصطفیٰ آباد نے اغواء کیا تھا۔ جس کی وہ آج تک اپنے طور پر کافی تلاش کرتے رہے ہیں جو نہ ملا ہے۔ انھیں فلک شیر اور جعفر سکنہ مقبرہ موڑ نے بتایا کہ امانت علی عرف بھولا کے ساتھ 8/9 آدمیوں کو گاڑی ٹویوٹا ہائی ایس میں بیٹھے شیخوپورہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ وجہ عناد یہ ہے کہ امانت علی وغیرہ نے عمرحیات کے گھر ڈکیتی کی تھی جس پر امانت کے ساتھی پکڑے گئے تھے جس رنجش کی بناء پر امانت علی وغیرہ نے پہلے بھی اس کے بھائی عبدالرشید کو اغواء کیا۔ اس پر مقدمہ نمبر 546/2002 تھانہ شاہدرہ درج ہے۔ شک ہے کہ ان کے بھائی کو امانت علی 8/9 کس وغیرہ نے اغواء کیا ہے۔ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ اسی روز یہ درخواست ایس ایچ او تھانہ شاہدرہ ٹاؤن

نے محمد اصغر اے ایس آئی بیٹ آفیسر کو مارک کی جس نے مقدمہ نمبر 654/2006،2 عنی اسی دن اس نے مقدمہ درج کیا اور تفتیش محمد ارشد سب انسپکٹر انوسٹی گیشن انچارج کے سپرد ہوئی۔ جہاں تک عبدالرشید کے اغواء کا تعلق ہے اس کی بابت تھانہ شاہدرہ ٹاؤن کا ریکارڈ پڑتال کیا گیا ہے اور پایا گیا ہے کہ مورخہ 27-2-2006 کو اللہ دتہ معنوی مقدمہ نمبر 654/2006 نے تحریری درخواست ہمیں پیش کی کہ وہ گاڑی نمبر LPT-4166 چلاتا ہے اور گاڑی کا مالک ہے۔ مورخہ 22-12-2000 کو بوقت ساڑھے چار بجے دن گاڑی پٹرول پمپ مقبرہ موڑ پر کھڑی تھی جو صبح کے وقت اس کا بھائی اور گاڑی واپس نہ آئی ہے۔ اس کے بھائی اور گاڑی کو محمد اکرم ڈرائیور امانت علی بھولا نے پرانا راوی پل نیاز احمد ولد سلطان چک نمبر 99 گ ب فیصل آباد نے اغواء کیا ہے۔ یہ علیحدہ ہے۔

جناب سپیکر! اس میں گزارش یہ ہے کہ یہ کوئی چھ مقدمات ہیں جن میں cross version ایک دوسرے فریقین کی دی ہوئی ہیں۔ یہ سارے مقدمات درج ہوئے ہیں۔ پولیس کی طرف سے کسی قسم کی delay نہیں ہوئی ہے بلکہ اس کی تفتیش کے دوران متعدد درخواستیں دونوں فریقین کی طرف سے change of investigation کے لئے بھی دی جاتی رہی ہیں۔ لہذا ڈی آئی جی آپریشنز نے یہ لکھا ہے کہ اگر ہمیں مہلت دی جائے تو ہم تقریباً 15/20 دن میں ان تمام مقدمات کو یکسو کر کے رپورٹ دے دیں گے۔ اگر آپ یہ مناسب سمجھتے ہیں تو میں انشاء اللہ تعالیٰ جو بھی فائنل رپورٹ ہوگی اپنے دوست سمیع اللہ خان صاحب کو دے دوں گا تاکہ ان کی تسلی ہو سکے کہ واقعتاً پولیس نے اس سلسلے میں کارروائی کی ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! جس طرح وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ سارے مقدمات کو یکسو کریں گے۔ اس لئے میں اس تحریک کو پریس نہیں کرتا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! میں محکمہ کو ہدایت کروں گا کہ وہ ایک مہینے کے اندر اندر یکسو کریں، میں آپ کو رپورٹ دوں گا۔

جناب سپیکر: محرک اس تحریک کو پریس نہیں کرتے لہذا یہ تحریک dispose of کی جاتی ہے۔ اب تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

رپورٹ
(توسیع)

جناب سپیکر: محترمہ پروین سکندر گل صاحبہ مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع لینا چاہتی ہیں۔ میں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ توسیع کی تحریک پیش کریں۔

مسودہ قانون (ترمیم) یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور مصدرہ 2006 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

محترمہ پروین سکندر گل: میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ

The University of Education Lahore (Amendment) Bill.2006. (Bill No. 25 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15- نومبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

The University of Education Lahore (Amendment) Bill.2006. (Bill No. 25 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15- نومبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور اب سوال یہ ہے کہ:

The University of Education Lahore (Amendment) Bill.2006. (Bill No. 25 of 2006)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے تعلیم کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 15- نومبر 2006 تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر: اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔
Now we take up the Punjab Development of Cities (Amendment) Bill 2006. Minister for Law.

کورم کی نشاندہی

جناب سمیع اللہ خان: جناب سپیکر! میں کورم کی نشاندہی کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: کورم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ گنتی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر ایوان میں موجود ممبران کی گنتی کی گئی)

کورم پورا ہے۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ جی، وزیر قانون!

سرکاری کارروائی

مسودہ قانون

(جوزیر غور لایا گیا)

مسودہ قانون (ترمیم) شہری ترقی پنجاب مصدرہ 2006

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFARIS: Sir, I move:

> That the Punjab Development of Cities (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, be taken into consideration at once.

MR SPEAKER: The motion moved is:

> That the Punjab Development of Cities (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, be taken into consideration at once.

Since there is no amendment in it, the motion moved and the question is:

> That the Punjab Development of Cities (Amendment) Bill 2006, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, be taken into consideration at once.

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now we take up the Bill clause by clause.

CLAUSE 2

MR SPEAKER: Now Clause 2 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 2 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 3

MR SPEAKER: Now Clause 3 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 3 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Minister for Law!

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ صاحب پیش کریں گے۔

CLAUSE 4

MR SPEAKER: Now Clause 4 of the Bill is under consideration. There is an amendment in it. The amendment is jointly from Minister for Law and Rana Sanauallah Khan. Rana Sanauallah may move it.

رانا ثناء اللہ خان: جناب سپیکر! اس میں جو پہلے amendment دی تھی وہ withdraw ہو گئی؟

جناب سپیکر: جی۔

رانا ثناء اللہ خان: اس کے بعد پھر جس amendment پر لاء منسٹر صاحب کے ساتھ compromise ہوا ہے وہ میں پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ آپ move تو کریں گے۔

رانا ثناء اللہ خان: پہلے والی تو اب move نہیں ہو گی۔ دوسری move ہو گی۔

RANA SANAUALLAH KHAN: I move:

That in Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, in sub-clause (2), in the proposed sub-section (4) of Section 4 of the Principal Act, after para (i), the following new para (j) be added:

"(j) Five members of the Provincial Assembly of the Punjab, to be nominated by the Chief Minister, three from Treasury Benches and two from Opposition in consultation with the Leader of the Opposition, provided that preference shall be given to the members whose constituencies fall within the local limits of development authority."

MR SPEAKER: The motion moved is:

That in Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, in sub-clause (2), in the proposed sub-section (4) of Section 4 of the Principal Act, after para (i), the following new para (j) be added:

"(j) Five members of the Provincial Assembly of the Punjab, to be nominated by the Chief Minister, three from Treasury Benches and two from Opposition in consultation with the Leader of the Opposition, provided that preference shall be given to the members whose constituencies fall within the local limits of development authority."

The amendment moved and the question is:

That in Clause 4 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, in sub-clause (2), in the proposed sub-section (4) of Section 4 of the Principal Act, after para (i), the following new para (j) be added:

"(j) Five members of the Provincial Assembly of the Punjab, to be nominated by the Chief Minister, three from Treasury Benches and two from Opposition in consultation with the Leader of the Opposition, provided that preference shall be given to the members whose constituencies fall within the local limits of development authority."

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now the question is:

That Clause 4 of the Bill, as amended, do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 5

MR SPEAKER: Now Clause 5 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 5 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 6

MR SPEAKER: Now Clause 6 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 6 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 7

MR SPEAKER: Now Clause 7 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 7 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 8

MR SPEAKER: Now Clause 8 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 8 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

CLAUSE 9

MR SPEAKER: Now Clause 9 of the Bill is under consideration. There is an amendment in it.

The amendment is from Minister for Law and Parliamentary Affairs. He may move it.

Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

That in Clause 9 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, for the figures and word "VII of 2006", appearing in lines 1-2, the figures and word "XIV of 2006" be substituted.

MR SPEAKER: The amendment moved is:

That in Clause 9 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, for the figures and word "VII of 2006", appearing in lines 1-2, the figures and word "XIV of 2006" be substituted.

The amendment moved and the question is:

That in Clause 9 of the Bill, as recommended by the Standing Committee on Housing, Urban Development and Public Health Engineering, for the figures and word "VII of 2006", appearing in lines 1-2, the figures and word "XIV of 2006" be substituted.

(The motion was carried.)

MR SPEAKER: Now the question is:

(Clause 9 of the Bill, as amended, do stand part of the Bill.)

(The motion was carried.)

CLAUSE 1

MR SPEAKER: Now Clause 1 of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That Clause 1 of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

PREAMBLE

MR SPEAKER: Now the Preamble of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Preamble of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

LONG TITLE

MR SPEAKER: Now Long Title of the Bill is under consideration. Since there is no amendment in it, the question is:

That the Long Title of the Bill do stand part of the Bill.

(The motion was carried.)

SPEAKER: Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS: Sir, I move:

That the Punjab Development of Cities (Amendment) Bill 2006 be passed.

MR SPEAKER: The motion moved is:

That the Punjab Development of Cities (Amendment) Bill 2006 be passed.

The motion moved and the question is:

That the Punjab Development of Cities (Amendment) Bill 2006 be passed.

(The motion was carried)

(The Bill is passed.)

جناب سپیکر: آج کا اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ لہذا اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 12-اکتوبر 2006 صبح 10:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔